توحید وایمان اور شرک وکفر میں کشش ثقل

چوں کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے روز لوگوں کے اعمال ترازو میں تولے جائیں گے، جو نیک عمل جس قدر بڑا اور فضیلت واہمیت والا ہوگا اسی قدر وزنی اور ثقیل ہوگا اور جو برائی جس قدر بڑی اور بُری ہوگی اسی قدر بھاری اور گراں ہوگی۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ جس نیکی میں سب سے زیادہ وزن اور ثقل پایا جاتا ہے، اس میں کشش ثقل یعنی دیگر نیکیوں کو اپنی طرف کھینچ لانے کی صلاحیت بھی سب سے زیادہ ہوگی بشرطیکہ کوئی مانع پیدا نہ ہوجائے۔ اسی طرح جو بُرائی سب سے زیادہ ثقل والی ہوگی اسی قدر اس میں کشش ثقل یعنی دیگر برائیوں کو اپنی طرف کھینچ لانے کی قوت بھی زیادہ ہوگی۔

(قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ)

کام چھوٹا گناہ بڑا

۵۷۔جھوٹی قسم کھانا:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إياكم وكثرة الحلف في البيع فإنه ينفق ثم يمحق.))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٦٠٧، مسند أحمد: ٤/ ١١٨)

"خرید وفروخت کرنے میں بہت زیادہ قسمیں اٹھانے سے بچو کیوں کہ اس سے سودا تو بک جاتا ہے لیکن وہ برکت کو مٹادیتی ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة.)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٢٠٧٨، مسلم، رقم الحديث: ١٦٠٦)

"قسم کھانے سے سامان تجارت تو بک جاتا ہے البتہ برکت کو مٹانے والی ہے۔"

۵۸۔حسد کرنا:

((إياكم والحسد فإن الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب.)) أو قال: ((الخشب.))

"تم لوگ حسد سے بچو، بے شک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی یا سوکھی گھاس چٹ کر جاتی ہے۔"

۵۹۔قبر کے اوپر بیٹھنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لأن يجلس أحدكم على جمرة فتحرق ثيابه فتخلص إلى جلده خير له من أن يجلس على قبر.)) (صحيح مسلم، رقم الحديث: ٩٧١، أبوداود، رقم الحديث: ٣٢٢٨)

"کوئی شخص آگ کے انگارے پر بیٹھے جو اُس کے کپڑے کو جلا کر اس کی جلد تک پہنچ جائے، اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے۔"

(عبدالرحیم بلتستانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

10 رجب المرجب 1433ھ جمعۃ المبارک یکم تا 07 جون 2012ء

شمارہ 22 جلد 64

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال
		-/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

خونِ ناحق کی فریاد

حافظ احمد شاکر

ظلم کی لغوی تعریف علماء نے وضع الشیء علی غیر محلہ بیان فرمائی ہے یعنی اگر ہیروں سے جڑا ہار گدھے کو پہنا دیا جائے تو اس کو بھی ظلم ہی کہا جائے گا۔ قرآنِ حکیم کی سورۂ انعام کی آیت (۸۲) جب نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وہ لوگ جو ایمان لائے پھر اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا'' تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بہت گھبرا گئے اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ ہم ایمان بھی لائے ہیں اور ساتھ ہم سے گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں تو ان کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔ اور ساتھ ہی آپ نے حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیت کرنے والی آیت تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''بیشک شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔'' اس ظلم عظیم کی سرپرستی وطن عزیز میں کم وبیش ہر حکمران کرتا ہی رہا اور اب تک کی جا رہی ہے اور افسوس ناک امر یہ ہے کہ یہ ظلم عظیم نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے جس کے ظلم تو کجا گناہ ہونے کا تصور بھی دھندلا تا دھندلاتا اب ختم ہو رہا ہے۔ سیاست میں آلودہ کسی بھی دینی جماعت، حتی کہ جو جماعتیں قبروں پر ہونے والی حرکتوں کے شرک صریح ہونے کا عقیدہ رکھتی ہیں، وہ بھی سیاسی مصلحتوں کے باعث شرک کو شرک یا ظلم کہنے کی اپنے اندر ہمت نہیں رکھتیں۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم اللہ تعالیٰ سے نصرت ومدد کی توقع رکھیں تو پھر قوم کی ہدایت کے لیے ہم دعا ہی کر سکتے ہیں۔

خیر بات چل رہی تھی ظلم کی۔ شرک کے علاوہ کبیرہ گناہوں کو بھی ظلم کہا جاتا ہے۔ شرک تو اللہ تعالیٰ کی توحید کے مقابلے میں ظلم ہے ہی اور حقوق العباد کو بھی ظلم فرمایا گیا ہے۔ مشہور حدیث مبارک ہے کہ ''آپ نے صحابہ سے پوچھا مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس مال ومتاع اور درہم ودینار نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ میری امت کا مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا، دنیا میں وہ نمازیں پڑھتا رہا ہوگا، روزے رکھتا رہا ہوگا اور زکاۃ ادا کرتا رہا ہوگا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان باندھا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا، (اللہ کے حکم سے) اس کی نیکیاں ان (مظلومین) میں تقسیم کر دی جائیں گی حتی کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ لیکن اس کے ذمے ابھی دوسروں کے حقوق باقی ہوں گے تو مظلومین کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے، پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

مذکورہ بالا حدیث مبارک کی روشنی میں ہم اس وقت کی حکومت بلکہ ماضی کے ۲۵ سال کے سول، غیر سول مذہبی ولبرل حکمرانوں، سرکاری اداروں کے افسران اور کارندوں کے علاوہ ملی طور پر جائزہ لیں تو ہمارا اعمال نامہ خاصہ ''بھرپور'' نظر آتا ہے۔ اس میں بے گناہ مسلمانوں پر ظلم وتعدی بھی ہے، مہنگائی کا عفریت بھی، امن کا فقدان بھی ہے اور فحش وبے حیائی کا طوفان بھی، انسانوں کی بنیادی ضروریات کا دسترس سے باہر ہونا بھی ہے اور سیاست وجمہوریت کے نام پر اغراض ومفادات کا سمیٹنا بھی۔ امریکی غلامی کی طرف اندھا دھند جھکاؤ بھی ہے اور مالی بدعنوانی کے علاوہ کمیشن کے نام پر ہوس زر کا بہاؤ بھی، ملکی اثاثوں کی بے دریغ سوختنی بھی نظر آئے گی اور مسلمان بھائیوں کی اغیار کے ہاتھوں فروختنی بھی۔ شرک کے بعد سب سے بڑا ظلم خون ناحق ہوتا ہے جس کی سزا قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جہنم کی ہمیشگی صراحتاً فرما دی ہے اور یہی ظلم ہمارے معاشرے میں اس قدر عام ہو گیا بلکہ آئین پاکستان میں برٹش لا کی موشگافیوں نے اس قدر عام کر دیا ہے کہ اب اس پر نہ سرخ آندھی چلتی ہے اور نہ ہی کوئی خونی علامت ظاہر ہوتی ہے کیوں؟ اس لیے کہ جرم کی سزا اگر کسی کو ملے تو مجرم خوف کھائے یہاں تو بے روزگاری وبے کاری کے باعث قتل وغارت، سیاسی ٹارگٹ کلنگ درجنوں افراد کا لاپتہ ہونا C.I.A اور بلیک واٹر کی عمومی بربریت کے علاوہ جملہ مسالک کے علماء وطلباء کے وحشت ناک قتل کے ساتھ ساتھ پاک سعودی برادرانہ ومخلصانہ تعلقات میں دراڑ ڈالنے کی مذموم کوششیں، جن میں چند ماہ قبل کراچی میں ایک سعودی سفارت کار کی نامعلوم قاتلوں کے ہاتھوں شہادت اور ہمارے محترم ومخدوم حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کی مظلومانہ شہادت! حافظ صاحب رحمہ اللہ کے حادثے کے وقت ہم نے ان صفحات میں اظہار کر دیا تھا کہ جس ملک میں لیاقت علی سے لے کر جنابہ بے نظیر تک کے قاتل دندنا رہے ہوں وہاں کسی اچھی خبر کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ

صحیح مسلم کی متذکرہ بالا حدیث کے مطابق ان سب مظلومین پر ہونے والے مظالم جب ظالموں کے نامہ اعمال میں ڈال دیئے جائیں گے اور مقتولوں کے خون ناحق جب قاتلوں کے گریبانوں کو پکڑ کر بارگاہِ عدل میں فریاد کریں گے تو اس دن کا حال اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ

’’اور مت خیال کر اللہ تعالیٰ بے خبر ہے ان کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف (یعنی ظالم) ان کو چھوڑ رکھتا ہے اس دن پر جس دن اوپر لگ جائیں گی آنکھیں، دوڑتے ہوں گے اوپر اٹھا کے اپنے سر پھرتی نہیں ان کی اپنی طرف آنکھ اور دل ان کے اڑ گئے ہیں۔ (ابراہیم: ۴۱،۴۲)

اس آیت کی تفسیر مفسرین یوں بیان فرماتے ہیں کہ

اللہ پاک نے اس آیت میں حضرت محمد ﷺ کو اس بات کی خبر دی کہ تم یہ گمان نہ کرو خدا ظالموں کے عمل سے غافل ہے بلکہ اللہ نے اُن کو اُس دن کے واسطے مہلت دے رکھی ہے جب قیامت کے دن آسمان کے دروازے کھول کر فرشتے اترنے لگیں گے اور لوگوں پر عذاب کریں گے اُس وقت اُن کی آنکھیں اُدھر ہی کو لگ جائیں گی اور جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو قبروں سے نکل نکل کر جلدی جلدی میدانِ محشر کی طرف بھاگنے لگیں گے اور نظر نیچی نہ کریں گے اور نہ پلک جھپکائیں گے ان کے دل کی حالت خوف و دہشت کی وجہ سے اُس وقت ایسی ہوگی جیسے کوئی چیز اڑی جاتی ہے۔

آئین میں ترامیم! مشتے نمونہ از خروارے:

آئین پاکستان میں سیاست دانوں کی ایک ترمیم نے ہر سینیٹر ایم۔این۔اے اور ایم۔پی۔اے کو پابند کر دیا ہے کہ وہ، حلف تو بے شک وطن سے وفاداری کا اٹھائے، اپنی اس جماعت کا وفادار رہنے کا پابند ہوگا جس کے ممبر یا اتحادی ہونے کے ناطے اس نے انتخابات میں حصہ لیا ہوگا۔ چنانچہ سال گزشتہ میں جتنے موسمی پرندوں نے منڈیریں تبدیل کیں سب کو اپنی اپنی (ڈار) کمپنی چھوڑنی پڑی۔ جناب گیلانی نے وفاداری بشرط استواری کی ایک ایسی مثال قائم کر دی ہے کہ جس پر اگر حلف اور وطن قربان بھی ہو جائیں تو شاید ان کی پیشانی پھر بھی عرق ندامت سے آلودہ نہ ہو۔ اب یہی فریضہ قومی اسمبلی کی سپیکر نے جب سر انجام دیا تو جناب میاں محمد نواز شریف پر منکشف ہوا جنابہ سپیکر صاحبہ نے تو پارٹی سے وفاداری کا حق ادا کیا ہے وطن یا انصاف کا نہیں۔ یہ کشف شاید ان کو عالم غنودگی ہی میں ہوا ہوگا کیوں کہ میاں صاحب بھی تو چار سال سے جمہوریت کی ڈولی کے کوہار بنے ہوئے ہیں۔ تاہم ذیل میں معاصر عزیز جناب ارشاد احمد عارف نے گرانی، مہنگائی کی بے قدری کا جو تجزیہ کیا ہے وہ پیش خدمت ہے اور دوسرے حصہ میں عالمی سیاست میں معروف اپوزیشن کی طرف سے ایک شیڈو کابینہ کا عندیہ دیا ہے۔ قارئین الاعتصام کی معلومات میں اضافے کے لیے یہ دونوں چیزیں ۲۷ مئی کے روزنامہ جنگ سے نقل کر رہے ہیں۔

موجودہ جمہوری حکومت کے حسن انتظام و حسن کارکردگی کی طفیل ۲۰۰۸ء میں ۱۴ روپے کلو بکنے والا آٹا ۳۵/- روپے کلو سے تجاوز کر گیا ہے، چینی ۲۵/- سے ۷۰/- روپے، بناسپتی آئل اور گھی ۹۰/- سے ۱۹۰/-، دودھ ۳۰/- سے ۷۰/- روپے لیٹر، پٹرول ۵۶/- سے ۱۰۶/- روپے، ڈالر ۶۰/- سے ۹۴/- کے علاوہ بجلی کے نرخوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ مگر لوڈ شیڈنگ نے صنعت، تجارت اور گھریلو زندگی کو مفلوج کر دیا ہے۔‘‘ اور یہ سب کچھ میاں صاحب کے حواس خمسہ کی موجودگی میں ہوا اور میاں صاحب سسٹم بچانے میں ہلکان ہوتے رہے۔

خواہش اقتدار اور طول اقتدار کے لیے وطن عزیز میں نئے صوبوں کا شوشہ بھی چھوڑا جا رہا ہے۔ جناب ارشاد عارف صاحب نے تجویز دی ہے کہ اس کے لیے (۱) قومی کمیشن بنا کر ملک کی نئی انتظامی تقسیم پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور اتفاق رائے سے ایسے اقدامات کیے جائیں کہ موجودہ نسلی، لسانی کشیدگی کا خاتمہ اور ملک کو ۱۹۷۰ء کی کیفیت سے نہ گزرنا پڑے۔ (۲) حکومت اور اسمبلیوں کی مدت چار سال کر دی جائے تاکہ ہر حکومت کم سے کم مدت میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر مجبور ہو، عوام بھی اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں۔ (۳) حزب اختلاف کے لیے شیڈو کیبنٹ کی تشکیل لازم قرار دی جائے تاکہ ووٹروں کو انتخاب سے قبل علم ہو کہ موجودہ حکومت کی متبادل قیادت کتنے پانی میں ہے۔ دوسرے شیڈو کیبنٹ کے ارکان متعلقہ معاملات کا علم اور تجربہ حاصل کر سکیں۔ سیاسی جماعتوں میں اچانک نمودار ہو کر اہم وزارتوں اور عہدوں پر قابض ہونے والے مفاد پرست ٹولے سے نجات کا بھی یہی طریقہ ہے۔ (۴) ٹیکسوں کی وصولی کے نظام کی ساکھ بحال کرنے اور اوپر سے نیچے تک بلاتفریق ٹیکس نادہندگی کے کلچر کی حوصلہ شکنی کے لیے ایف بی آر کے چیئرمین کا تقرر بھی اس طریق کار کے مطابق کیا جائے جو چیف الیکشن کمشنر کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ (۵) چیئرمین نیب، ڈی جی ایف آئی اے اور ملک کے دیگر بڑے اداروں واپڈا، ریلوے، پی آئی اے، سٹیل ملز، تیل و گیس کارپوریشن کے سربراہان کے تقرر کے لیے وزیراعظم کے صوابدیدی اختیارات کا خاتمہ از بس ضروری ہے تاکہ یہ ادارے آزادی سے کام کر سکیں اور حکومت وقت کی مداخلت سے محفوظ رہیں۔ (۶) اتفاق رائے سے آزاد خود مختار طاقتور و با اختیار احتساب کمیشن کی تشکیل میں مزید تاخیر نہیں ہونی چاہیے تاکہ اعلیٰ عدالتوں پر مقدمات کا بوجھ کم ہو اور حکومتی عہدیدار من مانی نہ کر پائیں۔

ان کم از کم اقدامات کے بعد ہونے والے انتخابات کے نتیجے میں برسر اقتدار آنے والی حکومت یکسوئی سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکے گی ورنہ محاذ آرائی، کشمکش اور ہٹ دھرمی کا موجودہ کلچر ملک کو تباہ کر دے گا۔

درس قرآن — قسط نمبر ۲۵

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ٥ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خَامِدُوْنَ ٥﴾ [یٰس : ۲۸،۲۹]

''اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ وہ نہیں تھی مگر ایک ہی چیخ، پس اچانک وہ بجھے ہوئے تھے۔''

ان دونوں آیات میں اس بستی والوں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر ہے کہ مردِ مومن کو شہید کر دیے جانے کے بعد اس قوم کی تباہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کا کوئی لشکر نازل نہیں کیا۔ ان بے چاروں کی ہمارے نزدیک پوزیشن ہی کیا تھی کہ ان کی بربادی کے لیے ہم فرشتوں کا لشکر اتارتے بلکہ کسی قوم کی تباہی کے لیے فرشتوں کو بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں، ان کی تباہی کے لیے ہمارا ایک فرشتہ ہی کافی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انھیں تو اپنی قوت وطاقت پر ناز تھا اور اسی بنا پر وہ جوشِ انتقام کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ مگر ہمارے فرشتے کی محض چیخ سے ان کا یہ خمار اُتر گیا اور وہ بھسم ہو کر رہ گئے۔

اور یہ اس لیے بھی کہ ان کی تباہی کے لیے فرشتوں کو اتارنے کا ہمارا کوئی فیصلہ نہیں تھا:

"أي ما صح في قضائنا وحكمتنا."

بلکہ فیصلہ کچھ اور تھا کہ ایک فرشتے کی آواز سے ان کی تباہی مقدر ہے۔ (فتح القدیر)

چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ جل شانہ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ انھوں نے شہر کے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر ایک ہیبت ناک چیخ لگائی جسے ان میں سے کوئی بھی برداشت نہ کر پایا اور یوں ایک چیخ سے ہی وہ آناً فاناً موت کے منہ میں چلے گئے۔ ان کے اس انجام کو اللہ تعالیٰ نے ''خامدون'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جو ''خمد'' سے ہے۔ ''خمدت النار'' کے معنی ہیں آگ کے شعلوں کا ساکن ہو جانا۔ اسی سے بطورِ استعارہ ''خمدت الحمی'' کا محاورہ ہے جس کا معنی بخار کا جوش کم ہو جانے کا ہے اور بطورِ کنایہ لفظ ''خمود'' موت کے معنی میں آتا ہے۔ (مفردات)

کیوں کہ اس سے بھی مرنے والے کی حرارت غریزی موقوف ہو جاتی ہے۔ سورۃ الانبیاء میں بعض قوموں کی تباہی کے ذکر میں بھی یہی لفظ آیا ہے:

﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ٥﴾ [الأنبياء: ١٥]

''تو ان کی پکار (کہ ہم ظالم تھے) ہمیشہ یہی رہی، یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹے ہوئے بجھے ہوئے بنا دیا۔''

جیسے فصل اور کھیتی کو تباہی کی غرض سے کاٹ دیا جاتا ہے، ویسے ہی ہم نے بھی ان کو کاٹ کر بستیوں کو برباد کر دیا۔ پھر ان کی کٹی اور گری پڑی لاشوں کی حرکت بھی ٹھنڈی پڑ گئی، ان کا چیخنا چلانا، بھاگنا دوڑنا ختم ہو گیا ہے۔ اس قسم کے مقدر کا ہمارے نزدیک یہی فیصلہ تھا۔ اس سے غزوۂ بدر میں فرشتوں کے نزول کا اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے کہ وہاں اپنے نبی کی تکریم کے لیے فرشتوں کا نزول اللہ تعالیٰ کے فیصلے کی بنا پر تھا۔

یہاں چند باتیں مزید غور طلب ہیں:

۱: یہاں ﴿عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ﴾ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی تباہی مردِ حق کو شہید کرنے کے نتیجے میں ہوئی۔ اس

سے رسول کے ساتھیوں کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ رسول کے ساتھی رسول کے ترجمان ہوتے ہیں، اس لیے ان کی تکذیب وتعذیب دراصل رسول کی تکذیب وتعذیب ہے۔ اور بسا اوقات اس کا وہی انجام اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوتا ہے جو رسول کی تکذیب کا ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الله تعالى قال: من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب.)) (بخاري، رقم الحديث: ٦٥٠٢)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے میرا اُس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔''

حضرت ابوہُبیرہ عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے حضرت سلمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کے پاس چند افراد کی موجودگی میں آئے تو انھوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا: اللہ کی تلواروں نے اللہ سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے متعلق کہہ رہے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ذکر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يا أبا بكر! لعل أغضبتهم؟ لئن أغضبتهم لقد أغضبت ربك.))

''اے ابوبکر! شاید تُو نے ان کو ناراض کردیا ہے؟ اگر (واقعی) تُو نے انھیں ناراض کردیا تو تُو نے اپنے ربّ کو ناراض کردیا۔''

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور کہا: بھائیو! کیا میں نے تمھیں ناراض کردیا ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، اے ہمارے بھائی! اللہ تمھاری مغفرت فرمائے۔ (صحيح مسلم: باب فضائل سلمان وصهيب وبلال)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی اللہ کی ناراضی ہے۔

۲: مردِ حق کے اس واقعہ سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد قیامت تک کا زمانہ بالکل عدم اور خاموشی کا زمانہ نہیں۔ انسان کا جسم موت سے دوچار ہوکر بکھر سکتا ہے مگر اس کی روح زندہ رہتی ہے۔ جذبات واحساسات رکھتی ہے، خوشی وغمی کو محسوس کرتی ہے۔ گویا ان آیات سے حیاتِ برزخی کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر احساسات کا شعور ہی نہ ہو تو اس مردِ حق کا اپنی قوم کے بارے میں اس تمنا کے کوئی معنی نہیں کہ کاش! وہ میرے انجامِ خیر سے آگاہ ہوجائیں۔ اور اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ فوت ہوجانے کے بعد میت اس دنیا میں نہیں آتی جاتی، اس کا اس دنیا سے علاقہ منقطع ہوجاتا ہے۔

۳: اس واقعہ کی ابتدا میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ اس کے تناظر میں دراصل اہلِ مکہ کو خبردار کرنا مقصود ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اسی طرح تمھارے سچے خیر خواہ ہیں جس طرح یہ رسول اور ان کے ہم نوا مردِ مومن اپنی قوم کے لیے سچے خیر خواہ تھے۔ تمھاری تمام تر ستم ظریفیوں اور ایذا رسانیوں کے باوجود وہ تمھارے بہی خواہ ہیں۔ اگر تم نے ہمارے رسول اور ان کے ساتھیوں کے اخلاص کی کوئی پروا نہ کی تو تمھارا بھی وہی انجام ہوگا جو اُن رسولوں اور مردِ مومن کی تکذیب وتعذیب کرنے والوں کا ہوا تھا۔

۴: اس قصے کا ایک اہم پہلو دعوت ونصیحت کا ہے کہ رسولوں کی دعوت کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ (۱) تم ہماری طرح کے انسان ہی تو ہو۔ (۲) رحمٰن نے کچھ بھی نہیں اتارا، تم اس کے نام سے جھوٹ بولتے ہو۔ (۳) تمھاری نحوست ہم پر پڑ رہی ہے۔ (۴) تم اس دعوت سے باز نہ آئے تو ہم تمھیں سنگسار کردیں گے۔

اس اشتعال انگیزی کے جواب میں ان رسولوں نے کسی ناراضی کا اظہار نہیں کیا بلکہ فرمایا: (۱) ہمارا ربّ جانتا ہے کہ ہم رسول ہیں، ہم نے فریضۂ رسالت پورا کرکے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ تمھاری مرضی ہے

تم مانو یا نہ مانو۔ (۲) تمھاری نحوست تمھارے اعمال کا نتیجہ ہے، گویا جو کچھ فصل بو رہے ہو، وہی کاٹ رہے ہو۔ (۳) ہم نے تو تمھاری خیر خواہی کی ہے، کیا اس کا بدلہ یہی ہے کہ تم ہمیں سنگسار کرنے پر اتر آئے ہو! یہ تمھاری سراسر زیادتی ہے۔

ایک طرف انکار اور اشتعال انگیزی کا مظاہرہ ہے، دوسری طرف ناصحانہ اور مشفقانہ انداز ہے۔ ان کی صاف دھمکیوں کے جواب میں بھی زیادہ سے زیادہ جو بات کہی گئی وہ یہی کہ ﴿انتم قوم مسرفون﴾ ''تم حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔'' کیا ہماری بے لوث خیر خواہی کا یہی صلہ ہے؟ یہ زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے بعد مردِ مومن کی نصیحت و تلقین کا ذکر ہے کہ یہ رسول تم سے کچھ مانگے بغیر تمھیں نصیحت کر رہے ہیں، انھیں کسی سیادت وقیادت سے بھی کوئی غرض نہیں۔ ایسے بے غرضوں کی بات کو سننا اور تسلیم کرنا چاہیے۔ پھر وہ جو کچھ کہتے ہیں، حق وہدایت کی بات کہتے ہیں۔ عبادت کا وہی حق دار ہے جو خالق ہے، میں اس خالق کی عبادت کیوں نہ کروں۔ آخر تمھارا بھی تو وہی خالق ہے۔ تم اس حقیقت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ کیا میں اس کی بجائے ان کی بندگی کروں جو نہ مجھے اللہ کی پکڑ سے چھڑا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی سفارش ہی کسی کام آسکتی ہے۔ اس مشفقانہ تلقین کے باوجود قوم نے اسے شہید کر دیا تو کسی بد دعا کی بجائے اس کی زبان سے جو کلمہ نکلا، وہ یہی تھا:

((اللهم اهد قومي فإنهم لا يعلمون .))

''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما۔ وہ حقیقت سے بے خبر ہیں۔''

حتی کہ جنت کے مشاہدے پر بھی اپنی ظالم قوم کے بارے میں یہی ارمان تھا کہ کاش! میری قوم کو علم ہو جائے کہ میرے ربّ نے مجھے کس کس انعام واِکرام سے نوازا ہے تاکہ انھیں میری موت سے ہی سبق حاصل ہو جائے اور وہ دولتِ ایمان سے سرفراز ہو جائیں۔ یہ ہے دعوت وارشاد کا حُسن اور اللہ کے بندوں سے خیر خواہی کا اسلوب جو ایک سچے داعی کے رگ وریشے میں رچا بسا ہوتا ہے۔ اور ایسی دعوت ہی صحیح نبوی دعوت ہے جس کی مزید تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

خصوصی اعلان

دارالدعوۃ السّلفیہ کے محبین اور مخلصین ہمیشہ ادارے سے تعاون کرتے ہیں۔ جب بھی محبین ومخلصین ادارے کے احوال کے بارے اعلان پڑھتے ہیں تو اس کی ضروریات بحمد اللہ وتوفیقہ پوری کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ گزشتہ دو سال پہلے ہمارے ایک ہی مخلص اور محبّ نے ادارے کو یو پی ایس اور بیٹریاں مہیا فرمائی تھیں۔ یہ بیٹریاں دو سال کی مدت چلیں، اب ان کی کارکردگی بڑی تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ بجلی کے بار بار جانے اور اکثر نہ آنے کے باعث دارالدعوۃ السّلفیہ کے امور میں تعطل ہو جاتا ہے۔ ادارے کو فی الحال چار عدد بیٹریوں کی فوری ضرورت ہے۔ امید ہے احباب توجہ فرما کر عنداللہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ ان شاء اللہ

دارالدعوۃ السّلفیہ، 31 شیش محل روڈ، لاہور۔ فون نمبر: 042-37354406

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

١٢٦١ . عن ابن عمر قال: قال عمر رضي الله عنه: إن النار عدو فاحذروها . فكان ابن عمر يتبع نيران أهله ويطفئها قبل أن يبيت .

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بے شک آگ دشمن ہے، اس سے بچو۔" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں خاص خیال رکھتے اور سونے سے پہلے اس کو بجھا دیا کرتے تھے۔"

١٢٦٢ . عن ابن عمر ، سمع النبي ﷺ يقول: ((لا تتركوا النار في بيوتكم فإنها عدو .))

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے گھروں میں جلتی ہوئی آگ کو کھلا نہ چھوڑو، یہ تمھاری دشمن ہے۔" یعنی سونے سے پہلے بجھا دیا کرو۔

١٢٦٣ . عن أبي موسى قال: احترق بالمدينة بيت على أهله من الليل ، فحدث بذلك النبي ﷺ فقال: ((إن النار عدو لكم ، فإذا نمتم فأطفئوها عنكم .))

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات مدینہ منورہ میں ایک گھر میں آگ لگ گئی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک آگ تمھاری دشمن ہے۔ جب تم سونے کا ارادہ کرو تو آگ بجھا دیا کرو۔"

باب: التيمن بالمطر

بارش سے برکت حاصل کرنا

١٢٦٤ . عن ابن أبي مليكة ، عن ابن عباس ، أنه كان إذا مطرت السماء يقول: يا جارية! أخرجي سرجي أخرجي ثيابي ، ويقول: ﴿ونزلنا من السماء ماء مباركا﴾

"ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آسمان سے بارش برستی تو فرماتے تھے: اے لڑکی! میری زین اور میرے کپڑے باہر نکال کر رکھ دے اور یہ آیت پڑھنے میں مشغول ہو جاتے: اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی اتارا۔"

اور کچھ دیر کے لیے باہر نکل جاتے تاکہ بارش کے کچھ قطرے ان کے جسم پر پڑ جائیں۔ اور یہ بھی کہتے: یہ نئے نئے آسمان سے آئے ہیں۔

باب: تعليق السوط في البيت

گھر میں کوڑا (یعنی چابک یا دُرّہ) لٹکانا

١٢٦٥ . عن ابن عباس ، أن النبي ﷺ أمر بتعليق السوط في البيت .

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھر میں ایک کوڑا (یعنی چابک یا دُرّہ) لٹکانے کا حکم فرمایا۔"

باب: غلق الباب بالليل

رات کو دروازہ بند کرنا

١٢٦٦ . عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: ((إياكم والسمر بعد هدوء الليل، فإن أحدكم لا يدري ما يبث الله من خلقه، غلقوا الأبواب، وأوكوا السقاء، وأكفئوا الإناء، وأطفئوا المصابيح .))

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب رات کا امن وسکون شروع ہوجائے قصے، کہانیوں اور باتوں سے رک جاؤ۔ تمھیں کیا معلوم کہ اللہ کی مخلوق کس طرح رات بسر کر رہی ہے۔ دروازے بند کردو، مشکیزوں کے منہ باندھ دو، برتنوں کو ڈھانپ دو اور چراغوں کو بجھا دو۔''

باب: ضم الصبيان عند فورة العشاء

بچوں کو شب ہوتے ہی اپنے پاس رکھ لو

١٢٦٧ . عن جابر، عن النبي ﷺ قال: ((كفوا صبيانكم حتى يذهب فحمته - أبو فورة - العشاء، ساعة تهب الشياطين .))

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''شام ہوتے ہی اپنے بچوں کو اپنے پاس روک لو یہاں تک کہ شام کا وہ حصہ گزر جائے جس میں شیطان اڑتے پھرتے ہیں۔''

باب: التحريش بين البهائم

جانوروں کو لڑانے کے لیے للکارنا

١٢٦٨ . عن ابن عمر، أنه كره أن يحرش بين البهائم .

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جانوروں کے لڑانے کو ناپسند کرتے تھے۔''

باب: نباح الكلب ونهيق الحمار

کتوں کا بھونکنا اور گدھے کا ہینگنا

١٢٦٩ . عن جابر بن عبد الله، عن النبی ﷺ قال: ((أقلوا الخروج بعد هدوء، فإن لله دواب يبثهن، فمن سمع نباح الكلب أو نهاق حمار فليستعذ بالله من الشيطان الرجيم، فإنهم يرون ما لا ترون .))

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب رات کی خاموشی شروع ہوجائے تو گھروں سے نہ نکلا کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق پھر رہی ہوتی ہے۔ جب کتے کے بھونکنے یا گدھے کے ہینگنے کی آواز سنو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو کیوں کہ یہ جانور وہ کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔''

١٢٧٠ . عن جابر بن عبد الله، عن النبي ﷺ قال: ((إذا سمعتم نباح الكلاب أو نهاق الحمير من الليل فتعوذوا بالله، فإنهم يرون ما لا ترون، وأجيفوا الأبواب، واذكروا اسم الله عليها، فإن الشيطان لا يفتح بابا أجيف وذكر اسم الله عليه، وغطوا الجرار، وأوكوا القرب وأكفئوا الآنية .))

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم رات کو کتے کا بھونکنا اور گدھے کا ہینگنا سنو تو اللہ کی پناہ مانگو۔ وہ کچھ ایسی چیزوں کو دیکھ رہے ہوتے ہیں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے۔ دروازے بند کرلیا کرو، دروازے بند کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو کیونکہ جس دروازے کو بسم اللہ پڑھ کر بند کیا جائے شیطان اسے نہیں کھول سکتا۔ گھڑوں کو ڈھانپ دیا کرو، مشکیزوں کے منہ باندھ دیا کرو اور برتنوں کو الٹا کردیا کرو۔''

آثارِ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

(۱۵)

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

جو قومیں فکری لغزشوں، کوتاہ عملیوں، نفسانی لذتوں، ذہنی عیاشیوں اور آرام کوشیوں کے ذریعے قلبِ مسلم کو روحِ محمد ﷺ سے محروم کرنے کی خواہش مند تھیں، وہ برصغیر کے مسلمانوں کے علمِ دین سے دوری اور دینی تربیت کی محرومی سے کس حد تک کامیاب ہوچکی ہیں، یہ بات اب روز روشن کی طرح عیاں ہوچکی ہے کہ تجدید واجتہاد کے خوش نما ناموں کے اس زہر سے پہاڑوں کی غاروں تک میں محبوس انسان متاثر ہوچکے ہیں۔ ذیل کے اداریے میں کجی کے انھی راستوں تک پہنچانے والے لٹریچر کی مولانا نے نشان دہی کرکے رحیق کے مقاصد اجرا کا حق ادا کیا ہے۔ اداریہ پڑھیے اور مولانا رحمہ اللہ کی دقیق نظری اور فکری عمق کی داد دیجیے کہ ان کا ذہن رسا متجد دین ونام نہاد مجتہدین کی پاتال تک کس طرح پہنچا اور کس طرح انھوں نے بے عملی کے ان خدشات کا اظہار کیا جن سے ہم آج کل دوچار ہوچکے ہیں۔ (احمد شاکر)

(۱۷)

یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ پاکستان کے در وبست پر قابض طبقہ اپنی پوری طاقت اس پر صرف کر رہا ہے کہ یہاں کے اسلامی معاشرے کو مغرب کے مادیت زدہ مسیحی طرزِ معاشرت میں بدل دیا جائے۔ وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہے کہ اسی صورت میں ''بابر بعیش کوش'' کے کاروبار کو کچھ دن مزید مہلت مل سکتی ہے۔ مگر اس کے لیے مسلمان رائے عامہ ہرگز تیار نہیں۔ وہ بہت سی عملی کوتاہیوں کے باوجود اسلامی تعلیم اور علمائے کرام کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اسلامی طرزِ معاشرت کو سینے سے لگائے ہوئے اور ہر قیمت پر اس کو نبھانے کا تہیہ کیے ہوئے ہے۔ لیکن اسے برسر اقتدار طبقے کی خوش قسمتی کہیے کہ کچھ دانش ور، ''ثقافت، ترقی ادب، اقبال'' کے نام سے مسلم رائے عامہ کو اسی قسم کا ''بپتسمہ'' دینے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے علماء کا اثر زائل اور بدعقیدگی پیدا ہو، فحاشی بڑھے اور بے حیائی نشو ونما پائے۔

شرح اس کنائے کی یہ ہے کہ لاہور میں چند دانش وَروں نے تین ادارے بنا رکھے ہیں: ''ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، مجلس ترقیِ ادب، بزمِ اقبال''۔ تینوں کو مسلم عوام کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے حکومت کی طرف سے گراں قدر مالی امداد ملتی ہے۔ اور کارنامہ ان کا ایسے لٹریچر کا مہیا کرنا ہے جس سے مسلمانوں کی پرانی مسلّمہ اقدار فنا ہوجائیں۔ مغرب کی مادی اقدار ان کی جگہ لے لیں تاکہ وہ ماضی سے منقطع ہوکر صرف حال ہی میں الجھ کر رہ جائیں۔

یاد ہوگا ادارہ ثقافت کے سرد بیر خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے رسوائے عالم کتاب ''اقبال اور ملاّ'' لکھی، ''بزمِ اقبال'' نے اسے شائع کیا اور حکومتی اداروں میں اسے خاص اہتمام سے پھیلایا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد ہوگا کہ پاکستان کے ادعائی زعماء مسٹر غلام محمد صاحب لاہوری سابق گورنر جنرل پاکستان، جناب سکندر مرزا صدر مملکت پاکستان وغیرہ نے مختلف موقعوں پر، لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی مجلس مذاکرہ کی افتتاحی تقریر تک، علمائے کرام کے متعلق کیسے کیسے ''ارشادات'' فرمائے ہیں، ان کو سامنے رکھیے۔ اور ان سے ''اقبال اور ملاّ'' کا تقابلی مطالعہ کیجیے۔

دستور پاکستان میں قراردادِ مقاصد کے ذریعے جب قرآن وسنت کے ماخذ قانون ہونے کی بنیادی حیثیت تسلیم کر لی گئی تو اس کے خلاف بغاوت کی فضا پیدا کرنے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے گئے۔ مجلس ترقی ادب نے اس سلسلے میں یہ خدمت سرانجام دی کہ شام کے محمصانی نام کے کسی شخص کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ ''فلسفۂ شریعت'' کے نام سے صرف اس وجہ سے جلد از جلد شائع کیا کہ اس کے ایک باب میں ''وقتی ضروریات کے لیے قرآن وحدیث کی صاف صاف تصریحات کو بدل دینے کا جواز'' پیش کیا گیا ہے۔

اسی موضوع پر ادارہ ثقافت نے ''مسئلہ اجتہاد'' مستقل کتاب بھی

شائع کی جس میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ تبدیلی احوال کی بنا پر "اجتہادِ جدید" کی درانتی سے قرآن وحدیث کے ہر صریح حکم (نص) کو کاٹا جاسکتا ہے۔ اب "مسئلہ اجتہاد" کے مصنف اور ادارہ ثقافت کے اہم رکن مولانا محمد حنیف صاحب ندوی نے دائرہ اجتہاد کی وسعتوں پر مشہور کمیونسٹ اخبار "امروز" کے دہ سالہ نمبر مجریہ ۲۳؍ مارچ ۵۸ء میں ایک مضمون شائع کرایا ہے جس کی پیچ در پیچ عبارت میں بمصداق لیا بألسنتهم فرمایا یہ گیا ہے کہ "مسئلہ وراثت اور عورتوں سے متعلقہ قرآن حدیث کے صریحی احکام تک کو آج کے ارتقائی دور میں بتدیل کردینے کی ضرورت ہے۔" پھر تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ یہ کرنا ہوگا "ورنہ زمانے کا مفتی علمائے کرام کے فتوے کا انتظار نہیں کرے گا۔ نئی تبدیلیاں، نئی فقہ اور نئے قانون کی تدوین بہر حال کر کے رہیں گے۔"

واضح رہے کہ مضمون نگار جمعیت اہل حدیث کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں لیکن ان کا یہ نظریہ اہل حدیث کے مسلک سے صریحاً متصادم ہے۔ مسلک اہل حدیث کی تو بنیاد ہی اس اصول پر ہے کہ نصوصِ کتاب وسنت کے مقابلے میں کسی بھی مجتہد وامام کا اجتہاد وقول قابل تسلیم نہیں، پھر بے چارے یہ متجد دین کس شمار وقطار میں ہیں۔ ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ مصالح وقتیہ پر نصوصِ صریحہ کو قربان کر کے اسلام میں ترمیم کریں۔

شاید دو سال ادھر کی بات ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے خلیفہ عبدالحکیم صاحب کی معنوی سرپرستی میں ایک عائلی کمیشن مقرر کیا تھا جس نے ایسی سفارشات کی تھیں جن کا مقصد قرآن وحدیث وفقہ اسلامی کی بنیادیں کھوکھلی کرنا اور مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کو یورپین طرز پر ڈھالنا ہے۔ رہی سہی کسر لا کمیشن کے تقرر سے نکال دی گئی۔ جس میں گو خلیفہ صاحب خود نہیں ہیں، لیکن ہم پیالہ وہم نوالہ ان کے برادر بزرگ جناب مسٹر غلام احمد صاحب پرویز موجود ہیں جو بالکل ان ہی لائنوں پر وہاں کام کریں گے جن پر خلیفہ صاحب اب تک کر رہے ہیں۔

اقتدار وسرمائے میں بدمست ایک طبقہ نہ صرف خود ہی رقص وسرود کی محفلوں اور دوشیزہ رقاصاؤں سے اختلاط واستمتاع سے لطف اندوزی میں مستغرق ہے بلکہ ملک میں اسے پھیلانے کی پوری پوری کوشش بھی کر رہا ہے، مگر چونکہ قراردادِ مقاصد کے تحت کسی وقت بھی رائے عامہ چیلنج کرسکتی تھی۔ اس لیے یہ سعادت بھی ادارۂ ثقافت ہی کے حصے میں آئی کہ اس نے پھلواری شریف کے ایک دانش وَر پیر زادے سے "اسلام اور موسیقی" پر ایک "مدلل" دستاویزی کتاب ان فساق وفجار کے ہاتھ میں دے دی جس میں "جمالیات" کے غیر متعلق لیکن جاذب عنوان کے تحت اِدھر اُدھر کے غیر متعلقہ حوالہ جات فراہم کرتے ہوئے خوب تدلیس سے کام لیا گیا ہے۔ پھر "غیر جانبداری" کا رعب ڈالتے ہوئے اس کتاب میں تو یہ کہا کہ "قرآن اس سلسلے میں خاموش ہے۔" مگر پھر آپ کو جلد ہی سجدۂ سہو کا الہام ہوگیا، چنانچہ رسالہ "ثقافت" (اپریل) کے پرچے کے ایک مضمون میں قرآنِ حکیم سے بھی سرود وبربط کا جواز ثابت کر کے تحقیق مکمل کردی گئی۔

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ﴾

[البقرة: ۷۹]

اس سے شاید یہ تأثر دینا پیش نظر ہے کہ جب یہ "دلائل" ان محافل رقص وغنا اور مجالس فسق وفجور کے جواز پر موجود ہیں تو رائے عامہ برسر اقتدار ٹولی سے احتساب کرنے والی کون ہوتی ہے۔

اس "جمال" کو "کمال" تک پہنچانے کے لیے ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کا "مسئلہ" عشرت کدہ یورپ سے درآمد کیا گیا اور اس پر نقاب ڈال دیا گیا "معاشی ہمواری، رفع بے روزگاری" کا۔ پھر پروپیگنڈے کے دوش پر اس کی ضرورت کا ڈھنڈورا پیٹا گیا، بیان دیے گئے، دھواں دھار تقریریں جھاڑی گئیں، کانفرنسیں کی گئیں۔ مگر اس پر اسلام کے لیبل کی ابھی ضرورت باقی تھی، چنانچہ یہ لیبل بھی ادارۂ ثقافت نے "اسلام اور ضبط ولادت" پر سلسلۂ مضامین لکھ کر مہیا کردیا کہ ؏

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

حدیث کا انکار کرنے کے باوجود ان مضامین میں جس طرح حدیثوں کا غلط صحیح استعمال کیا گیا ہے بلکہ عام طور پر بھی من گھڑت روایتیں یہ لوگ لاتے ہیں، اس پر ہم کسی دوسرے وقت ان شاء اللہ روشنی ڈالیں گے۔

تذکرہ علمائے اہل حدیث

اخی العزیز......ڈاکٹر حافظ عبدالرشید رحمہ اللہ

حافظ عبدالستار، میاں چنوں (برادر اکبر ڈاکٹر عبدالرشید اظہر)

حافظ عبدالستار، ڈاکٹر عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کے برادر اکبر ہیں۔ اور عرصہ پچاس سال سے میاں چنوں کے نواحی قصبہ کرملی والا میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی سرپرستی میں جماعت کا معروف اور قدیم ادارہ جامعہ سعیدیہ خانیوال اور طالبات کی تعلیم کا مرکز طیبہ یاسین ایجوکیشنل کمپلیکس کرملی والا دین کی نشر واشاعت میں مصروف ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں حافظ عبدالستار الحماد اور ڈاکٹر عبدالرشید اظہر جیسے کبار علماء اور سیکڑوں اہل علم شامل ہیں جو اس وقت ملک وبیرون ملک دینی اور دعوتی سرگرمیوں میں معروف ہیں۔

۱۷ر مارچ بروز ہفتہ کو مسجد نبوی میں بیٹھا قرآنِ کریم کی تلاوت میں مشغول تھا اور زبان پر سورۃ المائدہ کی آیت ﴿فَأَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [المائدة : ٨٥] تھی کہ عزیزم حافظ عبدالجلیل نے برادرِ محترم ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر کی وفات کی خبر دی۔ اس جانکاہ وجگر خراش خبر کو سن کر مجھے سخت دھچکا لگا اور وہ کیفیت طاری ہوگئی جس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حافظ ابراہیم شوق نے کہا ہے ۔

لقد كنت أخشى عادي الموت قبله
فأصبحت أخشى أن تطول حياتي

إنا لله وإنا إليه راجعون۔ إن العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول إلا ما يرضى به ربنا وإنا بفراقك يا عبدالرشيد لمحزونون.

اس عالم رنگ وبو میں جو آیا وہ جانے کے لیے آیا ہے۔ خلّاق عالم نے ہر متنفس کے لیے وقت پر دنیا سے جانا مقرر فرما دیا اور سوائے باری تعالیٰ کے ہر چیز کو فنا ہے۔ یہاں تک کہ ملک الموت کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ٥﴾ [الرحمن: ٢٦، ٢٧]

دنیا میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگ ایسے ہیں جن کے انتقال کے بعد ان کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں ہوتا، لیکن کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کے مرنے کا غم عزیز رشتہ دار ہی نہیں بلکہ پورا عالَم کرتا ہے۔ جن کی مفارقت سے دینی وعلمی مجالس بے رونق ہو جاتی ہیں اور جن کا وجود دنیا کے لیے باعث نور اور ان کی رحلت موجب ظلمت ہوتی ہے۔

انھی مقدس ہستیوں میں سے نادرۂ روزگار، محقق العصر اخی العزیز ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایسے علمی وعملی کمالات اور ایسی متنوع صفات ودیعت فرمائی تھیں جن کی نظیر اگر معدوم نہیں تو نادر ضرور ہے۔ ایسی جامع کمالات شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے غلبۂ دین کے اس جوش سے بھرپور درس قرآن کی آواز کبھی نہیں سنی جا سکے گی جو جوش اور ولولہ انھی کا خاصہ تھا۔

ہم بلاشبہ ان کی معیت سے محروم ہوگئے مگر یہ فراق عارضی ہے۔ جس جدوجہد میں وہ لگے ہوئے تھے اور اقامت دین اور غلبۂ دین کے جس مشن کے وہ سپاہی تھے، اس میں اس جہان سے انتقال نہ کوئی بڑا واقعہ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی بڑا حادثہ۔ یہاں بھی اسی ایک مالک کے لیے جیتے ہیں اور وہاں بھی اسی کے حکم پر سب کشاں کشاں چلے جاتے ہیں۔ تاہم کمزور انسان ہونے کے ناطے ہم اپنے برادر کی عارضی اور بہت مختصر سی جدائی پر کچھ دیر کے لیے ٹھٹک کر رک جاتے

ہیں۔ آنکھوں کو اجازت ہے کہ آنسو بہالیں مگر زبان کو زیبا نہیں کہ نا شکری یا بے صبری کا کوئی کلمہ ادا کرے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ صبر کا ترانہ گنگناتی رہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون.

جانا تو ہر آنے والے کا مقدر ہے مگر کچھ جانے والے اپنے پیچھے ایسے آثار ونقوش چھوڑ جاتے ہیں جن سے ان کی یاد ہمیشہ تازہ رہتی ہے اور ہر موقع ومناسبت سے ان کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ اس سانحے نے بھی ہمیں خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دیا ہے، بقول شاعر۔

لفقدك طلاب العلوم تأسفوا
وجادوا بدمع لا يبيد غزير
ولو مز جواماء المدامع بالدماء
فكان قليلا فيك يا عبد الرشيد

''اے برادر عبدالرشید! تمھارے کھو جانے سے علم کے متلاشی بارِ تاسف سے بے حال ہو گئے ہیں اور وہ تمھارے غم میں یوں رو رہے ہیں کہ اُن کے آنسو تھمتے ہی نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ اگر لوگ تمھارے فراق میں لہو کے آنسو بھی روتے تو تمھارے غم میں رونے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔''

برادر مکرم فی الواقع اس دور میں ان قدیم اور عظیم بزرگوں کی مثال تھے جن پر تاریخ فخر کرتی ہے۔ اور جن کے مزاج کی سلفیت پر دین حق کو ناز ہے۔ وہ اپنی ذات میں کیا کچھ نہیں تھے۔ علم، خبر اور فکر ونظر کا وہ کون سا رُخ ہے جس میں وہ کامل نہیں تھے۔ وہ شیخ القرآن تھے۔ مفسر تھے، مدرس تھے، محدث تھے، حدیث کے شارح تھے، عظیم محقق تھے، مدقق تھے، فقیہ تھے، مفتی تھے، فقہ حدیث اور علم رجال پر ان کی نگاہ اتنی گہری اور عمیق تھی کہ وہ اس باب میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔

ایک طویل عرصہ مختلف مدارس میں درس وتدریس کو فرض کی طرح نبھایا۔ وہ ایک عظیم استاد ہی نہیں بلکہ استاذ الاساتذہ کی مسند پر فائز تھے۔ اور ان کے صدہا تلامذہ ملک کے اطراف واکناف میں بے شمار انسانوں کو قرآن وسنت کے نور سے منور کر رہے ہیں۔

ان کا سینہ قرآنِ پاک کے اذکار ومعارف کا خزینہ اور دل معرفت حق کا آئینہ تھا۔ آپ ایک ایسے سلجھے منجھے اور کامل الفن مصنف بھی تھے کہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے تھے موضوع کا حق ادا کر دیتے تھے۔ حُسنِ بیان کا عالم یہ تھا جب بولتے تو سامعین کے جیب وداماں کو حقائق ومعارف کے لوء لوئے لالہ سے بھر دیتے۔ قلم کو سنبھالتے تو علم کے دفاتر ان کی طلب کے مطابق آگے بڑھ آتے اور اپنے کو ان کی طلب کے تابع کر دیتے جیسے وہ ان کے حکم کے منتظر ہی تھے۔ سبحان اللہ۔

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ برکف
بامید آں کہ روزے بہ شکار خواہی آمد

غرض برادر مکرم اپنے نحیف سے جسم میں عظمت وشوکت کے بے شمار پہلو سمیٹے ہوئے تھے کہ ان ابراھیم کان امة کی تصویر بن گئے تھے، یعنی وہ تن تنہا ہی ایک ادارہ تھے۔ وہ ایک ایسے فرد تھے کہ جس پر جماعت کو ناز ہو۔ وہ چمنستانِ علم وخبر کے ایسے پھول تھے کہ جن کی ذات پر اس گلستان کو بھی ناز تھا جس کی روشوں میں وہ کھلے تھے۔ ان کی وفات یقیناً ایک دور اور ایک قرن کی وفات ہے۔ وہ ''موت العالِم موت العالَم'' کے مصداق تھے۔

برادر محترم نے اب اس مادی وفانی دنیا کو اس طرح خیر باد کہہ دیا کہ کوئی آواز بھی انھیں اس خوابِ راحت سے بیدار نہیں کر سکتی۔ آپ کی شہادت سے آج قال اللہ وقال الرسول کی محفلیں سونی ہو گئیں۔ مدت العمر جو بزم علوم وفنون کے لعل شب چراغ تھے، جو دین اسلام کے جری سپہ سالار اور پر جوش مبلغ تھے، ملت بیضا کے جو بے باک علَم بردار اور شرک وبدعات کو بیخ وبن سے اکھاڑنے والے امام تھے۔ آج ان کی شہادت نے ہماری زندگیوں کو بے لطف اور بے کیف کر دیا۔

آج اگرچہ ہمارے دل سوگوار ہیں اور آنکھیں اشک بار ہیں تاہم یہ خیال کرتے ہوئے ہمیں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ برادر محترم نے

داعی اجل کو لبیک کہنے سے قبل ایک ایسی ٹیم تیار کرلی تھی جو اُن کے مشن کو زندہ وجاوید بنانے اور برقرار رکھنے کے لیے ہر وقت متحرک، فعال اور کمر بستہ ہے۔ اس ٹیم سے میری مراد ان کے تلامذہ اور ابناء ہیں۔ برخوردار حافظ مسعود اظہر جو کہ زندگی میں بھی آپ کے دست راست، مدومعاون تھے اوراب بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسی مشن پر قائم رکھے اور اسی طرح سیکڑوں تلامذہ دین کی نشر واشاعت میں مصروف ہیں۔

پاکستان کے اہل علم اور دانش وَرجس تیزی اور سرعت سے اپنے پروردگار کے پاس جارہے ہیں اس سے کلیجہ منہ کو آتا ہے، دل کانپ اٹھتا ہے کہ علماء دن بہ دن اٹھتے جارہے ہیں۔ کچھ دن قبل ہی وفات پاجانے والے شیخ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کی جدائی کے زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے کہ یہ عظیم حادثہ پیش آ گیا۔ بہرحال ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں اوراس کے فیصلے کومن وعن تسلیم کرتے ہیں۔

مجھے اس بات کا انتہائی دکھ اور افسوس ہے کہ باوجود کوشش کے فلائٹ کی تاخیر کے سبب جنازے میں شریک نہ ہوسکا اور سچی بات ہے کہ رفقائے جماعت نے اس دکھ کے موقع پر جس طرح تعاون کیا میں ان کا انتہائی مشکور ہوں۔ بالخصوص سعودی عرب میں فضیلۃ الشیخ عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ اوران کے رفقائے گرامی قدر کے تعاون کا میں انتہائی ممنون ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ مکتب الدعوۃ کے مدیر الشیخ سعد الدوسری، جمعیت اہل حدیث، جماعت الدعوۃ، مرکزی جمعیت اہل حدیث کے قائدین اور مدارس کے اساتذہ اوران تمام احباب، علماء اور مشائخ کا بھی جنھوں نے اس موقع پر ہمیں پُرسہ دیا، اور تعزیت کے لیے گھر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے، اور برادر محترم کی لغزشوں کو معاف فرما کر علیین میں اعلیٰ جگہ نصیب فرمائے، اوران کی عظیم باقیات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔

اللهم اغفر له وارفع درجته في العليين، واغفر لنا وله يا رب العالمين!

صرف اللہ ہی مشکل کشا ہے

تحریک دعوتِ توحید کی اپیل پر عثمان والا، ڈھولن ہٹھاڑ، نور پور ڈوگراں، ڈھنگ شاہ، کھڈیاں سٹی کے مضافات میں ۴۸ خطبائے عظام نے مذکورہ بالا عنوان پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں توحید کی اہمیت اجاگر کرنے کے ساتھ عوام الناس کو شرک کے نقصانات سے آگاہ کیا گیا اور پورے علاقے میں توحید پر مبنی نعروں کی وال چاکنگ کروائی گئی۔

یکم جون ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر منڈی عثمان والا اور بعد نماز مغرب کھڈیاں خاص کی مرکزی مسجد توحید باغ والی میں کنویز تحریک میاں محمد جمیل، علمائے کرام اور کارکنان کا شکریہ ادا کریں گے۔

(حافظ ظہیر احمد، ناظم جامعہ تجوید القرآن منڈی عثمان والا (روڈے) ضلع قصور)

جدی و مشفقی

حافظ عبدالماجد، میاں چنوں

دنیا کی قید و بند میں ایسے ہے زندگی
مدہم سی روشنی میں جلا ہو کوئی چراغ
چھوڑا جو زندگی کو تو آزاد ہوگئے
اک نقش رہ گیا کہیں فرش خاک پر

دنیا میں اربوں لوگ آباد ہیں، اربوں جا چکے ہیں اور نہ جانے کتنے آنے باقی ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جن کی نہ زندگی کوئی قابل ذکر تھی اور نہ ہی ان کی موت۔ کم ہی لوگ ایسے ہیں جن کو کوئی خواب دیکھنا نصیب ہوتا ہے اور پھر ان میں سے بھی کم ہیں وہ جو اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے جستجو کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو کسی نصب العین کے لیے اپنی زندگی تک داؤ پر لگا دیں۔ ان کی مثال انبیائے کرام اور صحابہ کے علاوہ کم ہی لوگوں کی زندگی میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

آفتاب علم وحکمت، شیخ القرآن، محدث دوراں اور جید عالم دین جدی و مشفقی ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر بھی ایسے ہی چند خوش نصیب لوگوں میں سے تھے۔ وہ اک درخشندہ ستارہ تھے جو ڈوب گیا، اک چشمۂ فیضان تھے جو خشک ہوگیا۔ موت نے اس عالم باعمل کو ہم سے جدا کردیا۔ وہ عالم فانی سے عالم باقی کی طرف مراجعت فرما گئے۔ ان کا سانحہ ارتحال امت مسلمہ کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ ان کی دینی، ملی اور قرآنی خدمات اتنی گراں قدر ہیں کہ تاریخ دعوت وعزیمت انھیں نظر انداز نہ کرسکے گی، بلکہ اپنے دامن میں سنہرے حروف سے ان کا تذکرہ کرے گی جو علوم دین سے قوم کو سرفراز کررہے تھے۔

آسماں تری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ڈاکٹر عبدالرشید اظہر اپنی ذہانت وفطانت کے اعتبار سے ایک نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ ان کی فکر انتہائی پختہ اور واضح تھی اور تصورِ دین دلائل وبراہین پر مبنی تھا۔ وہ لوگوں کو اِس فکر کی طرف جذباتی انداز میں نہیں بلاتے تھے بلکہ پورے شعور اور دلائل کی طاقت سے قائل کرتے تھے۔ ایک طرف وہ قرآن وحدیث کے معلّم تھے تو دوسری طرف آپ عمرانی مسائل، امت مسلمہ کے زوال کو عروج میں کیسے بدلا جائے، جیسے موضوعات پر واضح نقطہ نظر رکھتے تھے۔ وہ امت مسلمہ کے عالمی سطح کے مسائل سے لاتعلق نہیں رہتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کی شخصیت کا سب سے متاثر کن پہلو آپ کا ''اخلاص فی الدین'' تھا۔ وہ اپنے نصب العین کے ساتھ انتہائی مخلص تھے۔ ان کی مساعی جمیلہ کا مقصد محض حصول رضائے الٰہی تھا۔ وہ اپنے نصب العین کے ساتھ انتہائی مخلص تھے۔ انھوں نے اپنی دینی خدمات کے عوض کوئی مادی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ ان کی ذات سستی شہرت اور نمود ونمائش سے یکسر پاک تھی۔ وہ اپنی وضع قطع، اور لباس میں انتہائی سادہ انسان تھے۔ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ لمبے چوڑے سابقے ولاحقے لگانا کبھی پسند نہ کیا۔ وہ حقیقی معنوں میں درویش صفت انسان تھے۔

موصوف کو اپنے کام سے لگاؤ عشق کی حد تک تھا اور وہ کبھی اس کام میں تھکتے نہ تھے۔ انھوں نے تپتی دھوپ کا خیال کیا، نہ سردی وبارش کا، فاصلوں کی صعوبتوں کو دیکھا، نہ راستوں کی دشواری کو رکاوٹ سمجھا اور نہ ہی اپنی پیرانہ سالی کی کمزوریوں کو عذر بنایا۔ اور رات دن ایک کرکے دین کی دعوت وتبلیغ اور نشر واشاعت میں مصروف عمل رہے۔

موصوف کو اللہ تعالیٰ نے فصاحت وبلاغت کی بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ جس موضوع پر لب کشائی کرتے اس کا حق ادا کردیتے تھے۔ موضوع کا صغریٰ کبریٰ اس قدر مربوط ہوتا کہ ہر لحہ موضوع نکھرتا چلا جاتا۔ کوئی بات موضوع سے عدم مطابقت نہ رکھتی تھی۔ موضوع کے تمام پہلوؤں کا کمال ربط سے احاطہ کرتے چلے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قابل رشک حافظہ دیا تھا۔ موضوع کے متعلق جو بات ضروری ہوتی بھولتے نہ تھے۔ آواز کی گھن گرج اور دین سے اخلاص کی بنا پر دل میں اتر جاتے۔ سامع کو احساس بھی نہ ہوتا کہ کتنا وقت بیت چکا ہے۔ بالخصوص ان کا پورا موضوع قرآنی آیات سے مزین ہوتا۔ خطیب عصر کا کمال یہ تھا کہ جب خطبہ مکمل ہوتا تو سامع پیغام کا پوری طرح ادراک کر چکا ہوتا۔ اپنے فرائض دین کے حوالے سے سوالات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اسے بے چین کردیتا۔ دین کے عملی تقاضوں کا آغاز اپنی ذات سے کرنے کا فیصلہ کرتا۔ دین کے عملی تقاضوں سے پہلوتہی کی کسک محسوس کرتا اور تلافی کے منصوبے بھی بناتا۔ یہی ڈاکٹر صاحب کی خطابت اور تحریروں کا کمال تھا۔

دیکھا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

اور بالخصوص تقاریب بخاری کا سٹیج تو اسی مرد درویش سے سجنے لگا تھا اور اِسی مناسبت سے ان کو تقاریب بخاری کا دولہا بھی کہا گیا۔ ان کا درس بخاری سن کر شیخ زملکانی رحمہ اللہ کے وہ اشعار یاد آجاتے ہیں جو انھوں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مداح میں کہے تھے۔

ماذا يقول الواصفون له
وصفاته جلت عن الحصر
هو حجة الله قاهرة
هو بيننا أعجوبة الدهر
هو آية في خلق ظاهره
أنواره أربت على الفجر

ڈاکٹر صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ کا درس بخاری ان دنوں بہت مقبول ہورہا ہے۔ اس کی مقبولیت کی وجہ کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں گزشتہ چودہ پندرہ برس سے بہ کثرت بخاری شریف کا درس دے رہا ہوں۔ اور اس سلسلے میں لوگوں کا اصرار روز بہ روز بڑھتا جارہا ہے۔ مجھے خود اس کی وجہ معلوم نہیں کہ اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ حدیث نبوی سے محبت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے اور اہل علم کی نوازش اور ان کا حُسنِ ظن ہے، ورنہ اپنے مبلغ علم کو میں بہتر جانتا ہوں۔ ویسے بھی اب اس کی اصل حقیقت کہاں باقی ہے، صرف ایک رسم رہ گئی ہے۔ یہ درس تو صرف حافظ محمد گوندلوی اور مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ کو ہی زیب دیتا تھا۔ حدیث اور روایت سے سچی محبت بہرحال غنیمت ہے اور باعث عزت وسعادت بھی۔ بہ قول شخصے میں ان لوگوں میں سے ہوں جو کہتے ہیں۔

يوم يمر ولم أرو الحديث به
فلست أحسب ذاك اليوم من عمري

''اگر کوئی ایسا دن گزر جائے جس میں حدیث روایت نہ کروں تو میں اس دن کو اپنی عمر کا حصہ شمار نہیں کرتا۔''

بہرحال میں علی وجہ البصیرہ سمجھتا ہوں کہ یہ درس صرف انھی لوگوں کا کام ہے جو حدیث نبوی سے خصوصی شغف رکھتے ہیں اور اساتذہ حدیث ہیں۔

أحب الصالحين ولست منهم
لعل الله يرزقني صلاحا

ڈاکٹر صاحب کی عظمت کا ایک پہلو ان کی حق گوئی اور بے باکی تھا۔ وہ جس بات کو حق سمجھتے اسے ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرتے تھے۔ ان کا جو موقف ہوتا، خواہ کسی علمی نکتے کے حوالے سے ہو یا قومی اور سیاسی موضوعات سے متعلق، انھوں نے ہمیشہ اپنی بات بغیر کسی مصلحت کے بیان کی۔ ان کی گفتگو انتہائی مدلل اور پر تاثیر ہوتی تھی۔ الفاظ کا موزوں انتخاب ان کی تحریر وتقریر کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ ''خذ ما صفا ودع ما كدر'' کے قائل تھے۔ جہاں سے اچھی بات ملتی قبول

کرلیتے۔ ان کی بڑی خوبی یہ تھی کہ خوامخواہ دوسروں پر تنقید نہ کرتے تھے۔ البتہ اگر کسی کا موقف قرآن وحدیث سے متصادم ہوتا تو اس کی نشان دہی کرتے۔ وہ اپنے ہم عصر علمائے حق کی قدر کرتے تھے بلکہ ان سے راہنمائی حاصل کرنے میں بھی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے۔ آخر دم تک اپنے مشن کے ساتھ مخلص رہے۔ ان کی زندگی کا مقصد اور نصب العین دین اسلام کی سربلندی اور ملک میں نفاذ شریعت کے ذریعے رضائے الٰہی کا حصول تھا، چنانچہ انھوں نے قرآن وحدیث کی تعلیمات کو عام کرنے اور شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے لیے شب وروز محنت کی اور لوگوں کو سچا اور پکا مسلمان بننے کی تلقین کرتے رہے۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ مسلمان دین کا علم سیکھیں اور دین کی نشر واشاعت میں پوری زندگی صرف کردیں۔ وہ دین کی خدمت کے کام سے اس قدر مطمئن تھے کہ انھوں نے سب سے پہلے اس چیز کا آغاز اپنے گھر سے کیا، گویا ؏

ایں خانہ ہمہ آفتاب است!

ڈاکٹر صاحب کی زندگی ایک صحیح مسلمان کی زندگی تھی۔ جس میں معروف پر عمل اور اس کی تبلیغ تھی، منکرات سے نفرت تھی۔ آپ کو اطمینان قلب کی بیش بہا دولت میسر تھی۔ اس کے سہارے آپ اپنے مشن کی تکمیل کے راستے کی ہر رکاوٹ کو پاؤں کی ٹھوکر سے ہٹا دیتے تھے۔ آپ ایک بلند اخلاق، پاک باطن انسان تھے۔ آپ کی ساری زندگی تحصیل علم اور فروغ علم میں بسر ہوئی اور یہی علم ان کی رفعت وبلندی کا سبب بنا۔ آپ کی زندگی کا سفر عزم وارادہ اور یقین کامل کے ساتھ طے ہوگیا۔ آپ آواز حق بلند کرنے والے بے خوف مجاہد، با فضیلت عالم اور قابل احترام معتبر شخصیت تھے۔ آپ کا مقصد احکام الٰہی کی تبلیغ، علم القرآن کی تحصیل اور تعلیمات دینیہ کی تعمیل رہا۔ اقامت دین اور اظہار دین ﴿لیظهره علی الدین کله﴾ کی جدوجہد کو اجتماعی زندگی کے ساتھ ادا کرنے کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور یہی کام پوری توانائی کے ساتھ کرتے رہے۔ آپ کے قول وفعل میں بالکل تضاد نہ تھا۔ وہ ہر جگہ وہی بات کرتے جو ان کو صحیح لگتی۔ مصلحت پسندی ان کا مزاج نہ تھا۔ انھوں نے زندگی کے آخری ایام تک اپنی تمام علمی، تحریری اور تقریری صلاحیتوں، اپنے دل ودماغ اور جسم وجان کی تمام تر توانائیوں کو دین کی خدمت میں کھپا کر ﴿ان صلاتی ونسكی ومحیای ومماتی لله رب العالمین﴾ کی عملی تصویر پیش کی اور بالآخر شہادت جیسے عظیم منصب سے فیض یاب ہوئے۔

وہ اس عہد ستم گار میں نہ صرف قرونِ اولیٰ کی کسی نایاب خوش بو کا جھونکا تھے بلکہ اس کہکشاں کا روشن ستارہ بھی تھے۔ اپنے عہد کے درویش، اجلے ذہن، اجلی سوچ، سادہ مگر اجلا لباس، اجلی گفتگو، اجلے دامن اور اجلے کردار کے حامل، شرافت اور نجابت کی ایک تصویر، صاف دل، صاف گو، راست فکر، راست کلام، نہ کوئی اونچ نیچ، نہ کوئی سیاسی کرتب، نہ منافقانہ مصلحت، نہ فریب، نہ دھرا پن، کھری بات کہنے والے کھرے انسان، مرد مطلوب، پاک دل وپاک باز بلکہ ان کی زندگی بناوٹ وتصنع سے پاک تھی ؎

وہ لوگ جن سے تیری بزم میں تھے ہنگامے
گئے تو کیا تیری بزم خیال سے بھی گئے!

مسلمانوں کے باہمی انتشار کے خاتمے اور اسلام کا حقیقی تعارف کرانے میں آپ کی خدمات قابل ستائش ہیں۔ وہ قلب مطمئن اور آسودہ مزاجی کے ساتھ ہر آنے والے وقت کا مقابلہ کرتے رہے۔ ان کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم وکمال آپ کا ادبی ورثہ رہا ہے۔

آپ ایک عالم کو سوگوار چھوڑ گئے۔ یہ صدمہ صرف ان کے برادر اکبر استاذ العلماء جدی ومشفقی حافظ عبدالستار حفظہ اللہ، ان کی اہلیہ یا صرف خاندان کا صدمہ نہیں بلکہ اس سے عالم اسلام رنج والم میں ڈوب گیا ہے۔ دنیائے علم میں آپ کی شہادت ایک حادثہ ہے۔ ایک مجلس کمال تھی جو برخاست ہوگئی۔ ایک شیرازۂ حیات تھا جو بکھر گیا، ایک خوب صورت راستہ تھا جو موت کے فاصلوں میں کھو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی وفات سے علم وادب کی محفلیں سونی ہوگئی

ہیں۔ تقریر وخطابت کا ایک روشن باب بند ہوگیا ہے۔ علمی، قومی اور مذہبی کانفرنسیں ایک عظیم دانش وَر سے محروم ہوگئی ہیں۔ ملت اسلامیہ علم وفضل کے ایک پیکر جمیل، شرافت ونجابت کے ایک مظہر عظیم اور حسن سیرت، یعنی ظاہری وباطنی محاسن سے آراستہ ایک مرقع حسین سے محروم ہوگئی ہے۔ اس اعتبار سے ان کی وفات محض ایک شخص کی وفات نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ کریمانہ کا ذکر زبان زد عام ہے۔ ان کا حُسنِ اخلاق، ان کی جود وسخا، مہمان نوازی اور اس کا سلیقہ وقرینہ، دعوت دین اور اصلاح امت کے لیے بے پناہ تڑپ، اخلاص وللّٰہیت، خشیت الٰہی اور ورع وتقویٰ اور ان کے گفتار وکردار کی یکسانیت کا اعتراف جو ہر جاننے والا اور ان سے ملنے والا کرتا ہے اور راقم بھی ذاتی طور پر ان کے حُسنِ اخلاق کا عینی شاہد ہے۔ ان کی دعوتی وعملی زندگی ہم جیسے کتنے ہی کم سواد طلباءِ علم کے لیے چراغِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

بلاشبہ آپ بزم علم وعمل کے روشن مینار تھے۔ قومی وجماعتی زندگی میں ان چند شخصیات میں سے تھے جنھیں بقیۃ السلف کہا جاسکتا ہے۔ ان کے غم فراق میں آسمان بھی اشک بار ہوا ہوگا۔ ان کی جدائی اور ان کے فیض صحبت سے محرومی کا زخم بہت گہرا ہے جو شاید کبھی مندمل نہ ہوسکے ؎

یا أیتها النفس! أجملي جزعا
ما کنت تخدرین قد وقعا

"اے نفس! ذرا سلیقے سے اظہارِ غم کرنا۔ تُو جس مصیبت کے وقوع پذیر ہونے سے خائف تھا وہ واقع ہوچکا۔"

اس کارگہِ حیات میں یکے بعد دیگرے آمد ورفت کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے۔ ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے پیاروں کو الوداع کرتے اور ان پہ منوں مٹی ڈالتے ہیں۔ ان کے غم فراق میں رسماً آنسو بہاتے ہیں، پھر دنیائے غفلت کا شکار ہوکر دنیائے دوں کے متاعِ غرور کے پیچھے دوڑ لگا دیتے ہیں۔ پس ماندگان میں سے کوئی محرومی علم وعرفان پہ روتا ہے، کوئی جدائی کے غم میں اشک بار ہوتا ہے، کسی کو اپنی باری یاد آجاتی ہے اور کوئی رسم زمانہ کے طور پر اظہارِ غم کرتا ہے۔ ایسے خوش نصیب کم ہی ہوتے ہیں جو جانے والے کے اس سفر کو درسِ عبرت سمجھ کر دنیا کی محبت سے دست بردار ہوں اور آخرت کی طرف راغب ہوجائیں۔

نبوی تعلیمات وہدایت پر صدق دل سے ایمان کا تقاضا تو یہ ہے انسان بارگاہِ الٰہی میں دست بہ دعا ہے:

اللهم أجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها.

امید ہے کہ ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جسے قرآنِ پاک نے یوں بیان کیا:

﴿ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ٥ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ٥ وَادْخُلِي جَنَّتِي ٥﴾ [الفجر: ۲۸-۳۰]

آئی ہے اجل دور سے اک سانس کو لینے
پل بھر کو تو ہو جائے نگاہوں میں اجالا

اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو قبول فرمائے۔ لواحقین بالخصوص جدی ومشفقی حافظ عبدالستار حفظہ اللہ، ان کی اہلیہ محترمہ، آل اولاد کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

جزاكم الله خيرا

الاعتصام کے اداریے "چشمۂ فیض" سے متأثر ہوکر ایک صاحب خیر (جنھوں نے اپنا نام تک نہیں بتایا) نے تین لاکھ کے خسارے کو پورا کرنے کی مد میں مبلغ پچاس ہزار روپے جمع کروا کر اس خسارے میں کمی کا باعث ہوئے ہیں۔ اللہ کریم موصوف کے مال، جان اور کاروبار میں برکت فرمائے۔ جزاكم الله خيرا وأحسن الجزاء. (ادارہ)

اللہ کا مقرب بندہ؛ عبدالرشید اظہر غفر اللہ لہ

ثقة ⊙ ذکی ⊙ یحب العلماء

عبدالقیوم انصاری

حضرت حافظ صاحب مولانا بھوجیانی مرحوم کے شاگرد خاص تھے۔ اور اس واسطے سے ہمیں بھی ان کے ساتھ انتہائی انس تھا۔ ہمیں ہمیشہ اپنے بڑے بھائیوں کی طرح ملتے تھے۔ میری جب بھی ان کے ساتھ ملاقات ہوتی تو وہ بہت خوش ہوتے۔

۱۹۸۹ء میں مجھے ایبٹ آباد خطابت کے سلسلے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک روز وہ دیوبندی مکتب فکر کے کسی مدرسہ میں امتحان لینے گئے تو میرے پاس بھی مسجد میں تشریف لائے۔ اُن کو قہوہ پلایا، بڑے خوش ہوئے اور کہا کہ مجھے مطالعہ کے لیے کسی کتاب کی ضرورت ہے۔ میرے پاس اتفاقاً امام شافعی رحمہ اللہ کی اصول فقہ میں اوّلین اور مشہور کتاب ''الرسالۃ'' تھی اور اس کے ساتھ فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ''المغنی والشرح الکبیر'' تھی، یہ دونوں ان دنوں میں نے نئی نئی مولانا عبدالخالق قدوسی مرحوم سے خریدی تھیں، اُن کو مطالعہ کے لیے دیں تو بڑے خوش ہوئے اور فوراً گفتگو میں ایسی فضا پیدا کر دی کہ جیسے استاد کسی شاگرد کا امتحان لیتا ہے اور ہنسی ہنسی میں مجھے کئی مفید باتوں کا پتا چلا۔ جن میں سے ایک بات اطاعتِ رسول ﷺ اور تقلید کے متعلق تھی۔ کہنے لگے: اِطاعتِ رسول اس لیے ضروری ہے کہ رسول کی بات کو وحی الٰہی کا تحفظ ہوتا ہے اور یہ دین فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔ نبی اور رسول کے علاوہ جو بھی ہو، چاہے کتنا بڑا امام ہی کیوں نہ ہو، اس کی بات کو ''وحی الٰہی'' کا تحفظ نہیں ہوتا ہے اور کسی نہ کسی جگہ ضرور کوئی کمزوری رہ جاتی ہے، اس لیے ان خدشات سے بچنے کے لیے بہتر یہی ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں کتاب وسنت سے راہنمائی لی جائے۔ اور اس کی ایک عقلی وجہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کے روحانی باپ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں آپ ﷺ ہی کا نام آتا ہے تو بیٹا جس طرح اپنے باپ کی طرف نسبت کرتا ہے ہمیں بھی اپنی نسبت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف کر کے محمدی کہلوانا چاہیے۔ اسی انداز کی اور بھی بہت سی مفید باتیں ہوتی رہیں اور یہ نشست کافی مفید اور علمی باتوں سے بھرپور تھی۔

جماعتی اور غیر جماعتی حلقوں میں آپ کی پہچان علم دوست ہونے کی وجہ سے تھی۔ مجھے احسن البیان (قرآن کی مشہور اور مختصر اردو تفسیر) کی ضرورت تھی، اس سلسلے میں ان کے ساتھ رابطہ ہوا تو انھوں نے مجھے وہ نسخہ جامعہ سلفیہ اسلام آباد میں پہنچا دیا۔

مجھے ایک سے زائد باران کے دفتر جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ مجھے ان کی میز پر دو رسالے دیکھنے کا اتفاق ہوا: ایک ''اسماء مؤلفات ابن تیمیہ'' اور دوسرا ''صفات المنافقین'' تھا۔ ان دونوں کتب کے مؤلف حافظ ابن القیم رحمہ اللہ ہیں۔

مکتب الدعوۃ کا دفتر پہلے لاہور میں تھا اور اس کی کسی کتاب کی عبارت کی اغلاط کی نشان دہی ڈاکٹر صاحب نے کی تھی اور انتظامیہ نے آپ کی قابلیت کا اعتراف کیا تھا۔ کم سنی کی وجہ سے مجھے یہ بات اسی طرح یاد پڑتی ہے۔ یہ واقعہ آپ کی علمی لیاقت پر دلالت کرتا ہے اور دوسرے آپ کے لکھے ہوئے مضامین بھی اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ آپ کو مطالعہ کا شوق تھا۔ کچھ عرصہ پہلے لاہور آئے اور ''طلوعِ اسلام'' (پرویزیوں کا ترجمان) اور ''الاعتصام'' کی کچھ جلدیں منگوائیں اور کافی دیر بہ غور ان کو دیکھا اور اپنا مطلوبہ مقصد حاصل کیا۔

مجھے بھی آپ کے ایک دو مضامین پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ آپ

کی گرفت ہر موضوع پر بڑی مضبوط تھی اور ایسا وہی شخص کرسکتا ہے جو کثیر المطالعہ ہو۔ مولانا بھوجیانی مرحوم کی خوبی تھی کہ اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو بھی مطالعہ اور تحقیق کا عادی بناتے تھے اور مولانا بھوجیانی ہی کی تحریک پر ڈاکٹر صاحب نے شاہ عبدالعزیز دہلوی کا اُصولِ حدیث پر مشہور رسالے ''عجالہ نافعہ'' کی تعریب کی تھی۔ شائقین حدیث کے لیے یہ بڑی مفید شے ہے اور اس طرح کے ''بقامت کہتر، بقیمت بہتر'' رسائل کو داخل نصاب کرنا انتہائی ضروری ہے۔

آخری چند سالوں میں آپ کے درس بخاری کی بڑی شہرت تھی اور ''جامعہ محمدیہ'' لوکو ورکشاپ میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی صفت کلام پر کچھ بیان کیا تھا اور ﴿ولو ان ما في الارض من شجرة .... إلـــخ﴾ والی آیت کو بطور استدلال پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ اللہ کی صفات اس کی ذات ہی کی طرح لامحدود ہوتی ہیں۔

آپ کا ایک اور اہم علمی کارنامہ "المقارنة بين فتح البيان وبين التفسير المظهري" بھی ہے۔ یہ دو بڑی ضخیم جلدوں میں موجود ہے اور اس مقالے کے مشرف دکتور ظہور احمد اظہر تھے۔ "الفقه المقارن" کے حوالے سے یہ کافی معلومات کا خزینہ ہے۔ اور جو مقالہ آپ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں آخری سال کے لیے لکھا تھا، اس کا نام "المصالح المرسلة في الشريعة الإسلاميه" ہے۔ قرآنی خدمت کے حوالے سے حضرت حافظ صاحب کا ایک قابل ذکر کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مولانا خیر محمد جالندھری مرحوم کے ترجمے کی تہذیب کی تھی اور یہ عقیدے کی درستگی کے حوالے سے انتہائی باریک کام ہے۔ اور حافظ صاحب موصوف کا ایک رسالہ "خذ عقيدتك من الكتاب والسنة" کا اردو ترجمہ بھی راقم نے دیکھا ہے۔ یہ بچوں کے لیے عقیدے کے حوالے سے ایک مفید کتاب ہے جو حجاز کے ایک شیخ محمد بن جمیل زینو ﷾ نے ترتیب دی ہے۔

کچھ عرصہ پہلے آپ ﷫ نے اپنے آبائی علاقے خانیوال میں ''جامعہ سعیدیہ'' میں جماعتی اتحاد واتفاق قائم کرنے کے حوالے سے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ جماعتی اتحاد کو پارہ پارہ نہ کیا جائے اور آپس کی رنجشیں بھلا کر دل جمعی کے ساتھ اپنی دینی اور جماعتی سرگرمیوں میں نظم وضبط قائم رکھنا ضروری ہے۔ ہم آپ کے فرزند ارجمند حافظ مسعود اظہر سے توقع رکھتے ہیں کہ اس مفید سلسلے کو جاری رکھیں اور اس کے لیے جماعتی رسائل میں اصلاح کے حوالے سے علماء کی ذہن سازی کی جائے۔ هيأ الله له الأسباب ووفقه لما يحب ويرضاه.

باقی آپ خاندان کے متعلق ہماری معلومات یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان میں خیر کا غلبہ رکھا ہے۔ آپ کے بڑے بھائی حافظ عبدالستار ﷾ ایک دینی جامعہ کے مہتمم ہیں اور حضرت حافظ صاحب اس نیک کام میں اپنے بڑے بھائی کے شریک وسہیم تھے۔

ونشهد أنه كان صالحا وكان لا يخاف لومة لائم، اللهم اجعل قبره روضة من رياض الجنة.

نوٹ: موصوف کے تفصیلی حالات مولانا اسحٰق بھٹی ﷾ نے اپنی کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن''، ص: ۲۸۳ پر نقل کیے ہیں، قارئین ملاحظہ فرمالیں۔

حافظ شاہد محمود صاحب (گوجرانوالہ) کو صدمہ

۲۳رمئی ۲۰۱۲ء بروز بدھ حافظ شاہد محمود ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کی والدہ محترمہ شدید علیل رہنے کے بعد قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں، إنا لله وإنا إليه راجعون. مرحومہ نیک وصالحہ اور پابند صوم وصلاۃ خاتون تھیں۔ حافظ صاحب کے کہنے کے مطابق انھوں نے اپنی صحت میں کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بشری لغزشوں سے صرف نظر فرما کر انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے، آمین۔ ہم ان کے اس غم میں برابر شریک ہیں۔ ربّ تعالیٰ حافظ صاحب کو اور دیگر پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللهم اغفرلها وارحمها وعافها واعف عنها.

(ادارہ)

متکلم اسلام حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ

حافظ ریاض احمد عاقب اثری

ابھی استادِ گرامی، محدث العصر حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کی وفات کا صدمہ نہ بھول پائے تھے کہ اچانک الم ناک خبر ملی کہ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کو دوشقی القلب اور درندہ صفت قاتلوں نے بے دردی سے شہید کردیا ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

شیخ محترم ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کی شہادت کی افسوس ناک خبر کوہ گراں بن کر راقم پر گری۔ اس نازک اور پرآشوب دور میں ڈاکٹر صاحب کا وجود مسعود نعمت غیر مترقبہ تھا۔ توحید وسنت کی نشر واشاعت اور شرک وبدعت کے استیصال میں شیخ گرامی نے جو ناقابل فراموش خدمات جلیلہ انجام دیں، وہ سب پر عیاں ہیں۔ یقیناً متکلم اسلام ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کا سانحۂ ارتحال ملت اسلامیہ کا نہایت اہم سانحہ ہے۔

راقم سوچ رہا تھا کہ ابھی چند دن پہلے فقیہ دوراں حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات پر حضرت ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ شیخ نور پوری رحمہ اللہ کی وفات کا افسوس کررہے تھے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ ۱۷/ مارچ ۲۰۱۲ء کے بعد ان کے اہل خانہ، عزیز واقارب، دوست احباب اور تلامذہ ان کی شہادت پر دکھ کا اظہار کریں گے۔

غالباً ان سے میری پہلی ملاقات مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان میں ہوئی تھی جب وہ عرب مہمانوں کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ شیخ محترم سے گہری وابستگی اس وقت پیدا ہوئی جب وہ مخزن العلم مرکز التربیۃ الاسلامیہ فیصل آباد گاہِ گاہِ تشریف لاتے رہے۔

جب بھی وہ مرکز التربیۃ قدم رنجہ فرماتے تو ناچیز کو ان کی خدمت کا موقع ملتا۔ شیخ موصوف سے طویل مجالست علمیہ رہتی اور ہم ایسے تشنگانِ علم ان کے فیوض وبرکات سے علمی پیاس بجھاتے رہتے۔ محترم المقام ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی علمیت کا شہرہ زبان زد عام تھا ہی لیکن جب انھوں نے ۲۰/ مارچ ۲۰۰۴ء کو مرکز التربیہ میں ''عقیدہ، فقہ اور سیاست میں محدثین کا منہج'' کے اہم علمی موضوع پر لب کشائی کی تو ان کی وسعت نظر، حاضر جوابی، برجستہ گوئی، جرأت مندی اور طلاقت لسانی کا خوب علم ہوا۔ شیخ گرامی کا ۱۴۰ صفحات پر محیط یہ خطاب ''مقالاتِ تربیت'' میں شامل ہے، جس میں حافظ صاحب نے شرح وبسط کے ساتھ محدثین کا عقیدہ، فقہ اور سیاست میں ان کا منہج واضح فرمایا ہے۔

تعلیم وتعلم سے فراغت کے بعد راقم مرکز ابن القاسم ملتان میں تدریسی امور میں مشغول ہوگیا۔ اسی دوران کئی مرتبہ حافظ صاحب درسِ بخاری دینے ملتان تشریف لائے تو ناچیز کو ان کے درسِ بخاری میں شرکت کا موقع ملا۔ ۶/ شعبان ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۹/ جولائی ۲۰۰۹ء کو جامعہ محمدیہ عام خاص باغ ملتان میں درسِ بخاری کا انعقاد ہوا تو راقم شیخ گرامی ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کے درسِ بخاری میں حاضر ہوا۔ موصوف نے آخری حدیث پر عالمانہ درس ارشاد فرمایا۔ شیخ محترم کا حافظہ بے مثال تھا۔ توحید الٰہی کی فضیلت واہمیت پر آیات واحادیث پڑھ پڑھ کے علم کے دریا بہا دیے۔ فرق باطلہ کا بھرپور ردّ کیا اور مسلک محدثین کا نہایت عمدہ طریقے سے دفاع کیا۔ ڈاکٹر صاحب اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں بے مثل ملکہ وصلاحیت رکھتے تھے اور فی البدیہ کئی کئی گھنٹے تقریر کرنے پر قادر تھے۔

اگلے سال ۲۰/ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۷/ شعبان ۱۴۳۱ھ کو دوبارہ جامعہ محمدیہ ملتان کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ تقریب بخاری کی محفل دوبالا

کرنے کے لیے شیخ گرامی حافظ اظہر صاحب تشریف لائے۔ نماز عشاء ان کی اقتدا میں ادا کی۔ بعد ازاں حافظ صاحب سے مصافحہ کیا۔ موصوف کھلے چہرے سے ملے۔ ناچیز نے اپنا عربی میں تحریر کردہ رسالہ ''انعام الباری'' شیخ کی خدمت میں پیش کیا۔ شیخ گرامی بہت خوش ہوئے۔ راقم کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ شیخ مکرم نے رسالے کے نام کی تصحیح کرتے ہوئے فرمایا: "إنعام الباري على حكم معلقات البخاري" کے بجائے "إنعام الباري بحكم معلقات البخاري" رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ راقم نے ان سے استفادہ واجازہ کی درخواست کی۔ انھوں نے یہ جملہ بولا:

"العلم يزار ولا يزير."

میں ان کا مقصود سمجھ گیا کہ مجھے خانیوال یا اسلام آباد رخت سفر باندھنا ہوگا۔ حُسنِ اتفاق سے دوسرے دن، یعنی ۲۱/ جولائی کو مولانا عبدالرحمٰن شاہین صاحب کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں بھی درسِ بخاری ڈاکٹر صاحب کا تھا۔ ناچیز کو تقریب بخاری میں شرکت کا تاکیدی پیغام تھا اور درسِ بخاری میں خطاب شیخ محترم حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کا تھا، لہٰذا مجھے وہاں لازمی جانا پڑا۔ درسِ بخاری سے قبل اسٹیج سیکرٹری نے حافظ صاحب کو کافی لمبے چوڑے القابات سے نوازا۔ شیخ موصوف نے مائیک پر آکر سب سے پہلے اسٹیج سیکرٹری کو جھاڑا اور فرمایا کہ میں ان القابات واعزازت کے حق میں نہیں ہوں۔

یہ آپ کی عاجزی وانکساری تھی، ورنہ آج کل علمائے کرام ان القابات کے بغیر تقریر شروع ہی نہیں کرتے۔ إلا من رحم ربي

حافظ صاحب نے فرمایا: ''مجھے دو مقامات پر تقریر کرنے کا بہت مزہ آتا ہے۔ ایک میری مادر علمی جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور دوسرا یہاں جامعہ اسلامیہ میں۔ اس درس بخاری میں شیخ نے صفات باری تعالیٰ کے اثبات میں قرآنی آیات کے انبار لگا دیے اور منکرین صفات کا قرآن وسنت سے بھرپور ردّ فرمایا۔ شیخ نے غالی صوفیاء کا بھی ردّ کیا جنھوں نے شریعت وطریقت کو تقسیم کر رکھا ہے۔

شیخ اظہر رحمہ اللہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ صادق رکھتے تھے۔ انھوں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار ان کلمات سے فرمایا:

"فداه أبي وأمي وولدي ومالي وكل شيء."

''میرے والدین، میری اولاد، میرا مال اور ہر چیز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو۔''

درسِ بخاری کے اختتام پر راقم شیخ سے ملا۔ مسکراہٹ سے استقبال کیا۔ ناچیز نے اپنی تازہ تصنیف ''مولانا عبدالتواب محدث ملتانی؛ حیات وخدمات'' ان کی خدمت میں پیش کی۔ وصول کر کے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

۳۰/ جولائی ۲۰۱۰ء، ۱۸/ شعبان ۱۴۳۱ھ کو راقم نے اسلام آباد کے سفر کا ارادہ کیا اور ۳۱/ جولائی کو اسلام آباد پہنچ گیا۔ محترم المقام ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کیا۔ انھوں نے بہ خوشی ملاقات کا وقت عنایت فرمایا۔ یہ ان کی عالی ظرفی وذرہ نوازی تھی کہ انھوں نے مجھے منع نہیں کیا۔ اکثر لوگ ٹال مٹول کر کے انکار کر دیتے ہیں لیکن آپ میں یہ صفت ذمیمہ ہرگز نہ تھی۔ آپ ہر آنے والے کو خوش آمدید کہتے تھے۔ یہ عمل آپ کو انتہائی ہم درد، مشفق اور مہمان نواز ثابت کرتا ہے۔ شیخ نے مجھے اجازت بھی دی اور مجھے اپنے گھر کا مکمل ایڈریس بھی سمجھایا۔ راقم نماز ظہر کے بعد ان کے دولت خانہ پہنچا اور دستک دی۔ سادگی ومتانت کے پیکر اعظم نے خود دروازہ کھولا، وہاں کوئی چوکیدار نہیں، کوئی دربان نہیں۔ شیخ بڑے تپاک سے ملے۔ ناچیز کو اپنی بیٹھک میں بٹھایا۔ پہلے مہمان نوازی کا حق ادا کیا اور ساتھ ساتھ عہد رفتہ کے احوال وواقعات سناتے رہے۔ راقم نے اپنے آنے کا مدعی بیان کیا۔ ناچیز نے صحیح بخاری کی پہلی اور آخری حدیث سند سمیت شیخ مکرم کو زبانی سنائی۔ بہت خوش ہوئے۔ بعد ازاں انھوں نے اپنے مکتبہ کے ریک سے صحیحین لانے کو کہا۔ ناچیز نے صحیحین حاضر کی۔ پہلے صحیح بخاری پھر صحیح مسلم کے مختلف مقامات شیخ کے سامنے پڑھ کر "القراءة على الشيخ" پر عمل کیا۔ شیخ مکرم ناچیز سے مختلف موضوعات کے بارے سوالات کرتے رہے، ناچیز حتی الوسع جوابات دیتا رہا۔

بعد ازاں شیخ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور بہ نفس نفیس امام

شافعی کی کتاب ''الرسالۃ'' تلاش کر کے لائے اور فرمایا کہ اس کی قراءت کریں۔ راقم نے ''الرسالۃ'' کے مختلف مقامات سے قراءت کی۔ موصوف نے فرمایا: ''الرسالۃ'' بہت عمدہ اور بے مثال کتاب ہے، اس کا مطالعہ کرنا ہر صاحب درس وتدریس کے لیے لازمی ہے۔

شیخ صاحب نے جو مجھے سند حدیث عنایت فرمائی اس میں انھوں نے لکھا:

"نظرا لهذه الفضيلة العلمية طلب مني إجازة الرواية لحسن ظنه بي أخونا في الله الحافظ محمد رياض عاقب بن محمد يوسف الدنيا فوري، بعد أن سمع مني أطرافا من كتب الأئمة السنة والموطأ لإمام مالك بن أنس وجالسني واستفاد وقد لازم مدة قبله واستفاد من أهل العلم بالحديث المعروفين في البلاد فأجزته ونصحته۔ اتباعا لسنة السلف واقتداء بطريقة الخلف وإن لم أكن أهلا لذلك۔ أن يشتغل بالحديث وعلومه درسا وإفادة، رواية ودراية بشروط معتبرة عند أهل الحديث معتمدا على كتب التفسير والحديث وشروحه وغريبه وأصوله۔"

اجازہ حدیث کے ساتھ ساتھ استادِ گرامی نے مجھے دو کتب تحفۃً مرحمت فرمائیں۔ ایک ''الدرر البھیۃ'' جو علامہ شوکانی کی تصنیف لطیف ہے، جس کے بارے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ''اس کتاب کو پڑھنا ہر طالب علم کے لیے ضروری ہے کیوں کہ اس میں علامہ شوکانی نے فقہی مسائل موتیوں میں پرو دیے ہیں۔''

اور دوسری کتاب "شرح المطالب فی مبحث أبي طالب" از احمد رضا خان بریلوی۔ حافظ صاحب نے فرمایا: ''اس کتاب میں احمد رضا خان نے نبی کریم ﷺ کے چچا ابوطالب کے ایمان وعدمِ ایمان کے بارے مفصل بحث کی ہے اور واضح لکھا ہے کہ ابوطالب عدمِ ایمان کی حالت میں فوت ہوئے۔ یہ اہل بریلویہ کے منہ پر طمانچہ ہے جو اس مسئلے میں اصحابِ رفض کی ہم نوائی کرتے ہیں۔'' ان کتب کے سرورق پر شیخ گرامی نے یوں لکھا:

هدية خلوص إلى الأخ العزيز الفاضل حافظ رياض أحمد عاقب سلمه الله.

عبدالرشيد أظهر

١٨/ ٨/ ١٤٣١ه

٣١/ ٧/ ٢٠١٠م

اس مجلس علمی میں یہ عقدہ بھی کھلا کہ شیخ موصوف نے ایک شیعہ محقق ڈاکٹر موسیٰ الموسوی کی کتاب "الشیعة والتصحيح الصراع بين الشيعة والتشيع" کا ترجمہ بذات خود کیا ہے۔ اس کے ترجمے کی بھی ایک داستان ہے۔ کتاب کا ترجمہ اتنا سلیس اور رواں ہے کہ پڑھتے وقت محسوس نہیں ہوتا یہ ترجمہ شدہ ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر کافی منصف مزاج اور اعتدال پسند شیعہ حضرات نورِ ہدایت کی طرف آ چکے ہیں۔

اس ترجمہ کے علاوہ شیخ موصوف نے سعودی عرب کے جید عالم دین فقیہ العصر علامہ محمد صالح عثیمین کی کتب ''الحجاب''، ''عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ'' اور ''کتاب السھو'' وغیرہا کتب کے تراجم کیے ہیں جو منصۂ شہود پر آ کر داد وتحسین پا چکے ہیں۔

شیخ موصوف نے مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب ''عجالہ نافعہ'' کا فارسی سے عربی ترجمہ اور حسب ضرورت تعلیقات مفیدہ رقم کی ہیں۔ حضرت الشیخ ایک معروف انڈین عالم کے بارے شکوہ فرما رہے تھے کہ انھوں نے ''عجالہ نافعہ'' کا عربی میں ترجمہ کرتے ہوئے میری کتاب سامنے رکھی ہے اور اکثر عبارات ہو بہو نقل کر دی ہیں لیکن کہیں بھی اشارہ نہیں کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے علمی کاموں میں آپ کی ڈاکٹریٹ کا مقالہ ''تفسیر مظہری اور تفسیر فتح البیان کے درمیان مقارنہ'' بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگر یہ شائع ہو کر منظر عام پر آ جائے تو یہ آپ کی بہت علمی وتحقیقی کاوش شمار ہوگی۔

اسلام آباد سے کثیر تعداد میں شائع ہونے والا رسالہ ''الشہادۃ'' میں ڈاکٹر صاحب نے سورۂ فاتحہ کی مکمل تفسیر فرمائی جو آپ کے داماد الشیخ عبداللطیف صاحب کے پاس محفوظ ہے۔

علاوہ ازیں آپ کی تحریری خدمات میں مختلف کتب، مثلاً: فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، کتاب التوحید، جانب حلال، تحفہ اہل حدیث وغیرہا، پر وقیع مقدمات بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

ہفت روزہ الاعتصام میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ پر اشاعت خاص میں جو مقالات شائع ہوئے ان میں محترم حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کے دو مقالات ''محدث ابوالطیب کی اسانید حدیث'' اور ''توثیق وتراجم'' قابل ذکر ہیں جو حدیث ومحدثین کے دفاع کو عیاں کرتے ہیں۔

اسی طرح مقالاتِ تربیت میں شیخ کا مفصل مقالہ بعنوان ''عقیدہ، فقہ اور سیاست میں محدثین کا منہج'' پڑھنے کے قابل ہے جس میں انھوں نے منہج کی وضاحت، محدثین کا تعارف، دین کا دفاع، اہل حدیث کی استقامت، محدثین کا منہج تلقی، محدثین کا منہج دعوت وتبلیغ، محدثین کا منہج تعامل، محدثین کا فقہی منہج، فقہاء مقلدین کا فکری تضاد، محدثین کا اعتدال اور محدثین کے سیاسی منہج کے ساتھ ساتھ ضمناً انھوں نے فرق باطلہ، عقل پرست متکلمین، اہل ارجاء، وحدۃ الوجودی، البابیہ، بہائیہ، قادیانیت، اشراکیت، علمانیت، استشراق اور منکرین حدیث کا ردّ کیا ہے۔

اسی طرح کتاب التوحید از امام بخاری کے شروع میں مقدمہ (۱۱۰ صفحات پر مشتمل) بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس مقدمے میں شیخ نے توحید واقسامِ توحید پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اہل حق صحابہ ومحدثین کرام کا جا بجا دفاع کیا اور اہل باطل فلاسفہ، معتزلہ، مرجئہ، جہمیہ، حلولیہ، صوفیاء اور جدید فرقوں کا بھرپور ردّ کیا ہے۔

حاملینِ کتاب وسنت کا ایک طائفہ مبارکہ ہر دور میں گلستانِ قرآن وسنت اور چمنستانِ اسلام کی نگہبانی کرتا رہا اور کر رہا ہے۔ الحمد للہ اس طائفہ منصورہ سے تعلق رکھنے والے اصحابِ علم وفضل نے دین حق میں ہر قسم کی تحریفات، تاویلات اور سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ انھیں علمائے ربانیین میں ہمارے ممدوح حضرت العلام متکلم اسلام ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ بھی تھے۔ ان کی خدمات جلیلہ، مساعی جمیلہ اور جہود مخلصہ کی بدولت اگر انھیں عصر حاضر کے متکلم اسلام کا لقب دیا جائے تو یہ مبالغہ آرائی ہرگز نہ ہوگی۔

اظہار تشکر

جماعت اہل حدیث کے بزرگ راہنما اور تبلیغ وترویج مسلک اہل حدیث کے ان تھک مجاہد بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری رحمہ اللہ کی وفات پر جن احباب نے ان کے جنازے میں شرکت فرمائی، بابا جی کے لواحقین کے پاس بسلسلہ تعزیت تشریف لائے، خطوط، فون اور ای میل کے ذریعے رابطے کیے، ہم ان سب حضرات کے لیے سراپا مشکور ہیں کہ انھوں نے ہماری دل جوئی کی اور تعزیت کا اظہار فرمایا۔ فرداً فرداً تو جواب ناممکن تھا۔ الاعتصام کے ذریعے ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اہل علم، احباب جماعت سے ایک اہم گزارش

احبابِ جماعت اہل حدیث، صحافی، اہل علم حضرات سے ہماری گزارش ہے کہ وہ بابائے تبلیغ، تحریک تحفظ ختم نبوت کے عظیم راہنما، اتحاد بین المسلمین کے داعی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے راہنما حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری رحمہ اللہ کے بارے اپنی نگارشات، مضامین، یادداشتیں، ملاقاتیں یا ان کی تقاریر کے کیسٹ، خطوط وغیرہ جو بھی بابا جی کے متعلق ہوں، ہمیں ان سے مطلع فرمائیں۔ ہم یہ ساری کاوشیں یکجا کتابی شکل میں لا کر ان کو تاریخی حیثیت دینا چاہتے ہیں۔

امید ہے احباب ضرور تعاون فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

محمد سہیل اظہر گورداس پوری، ای بلاک، مرکزی مسجد اہل حدیث بورے والا، ضلع وہاڑی۔ فون نمبر: 0300-7594891

علماء کے ٹپکتے آنسو

محمد زبیر آلِ محمد (مدیر جامعہ اسلامیہ سوڈھی جیوالی، ضلع خوشاب)

دن کی روشنی نے جونہی کالی چادر کو اوڑھا، ہر طرف سے اذان مغرب کے لیے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدائیں گونجیں۔ چند لمحوں میں یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی کہ حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کو قتل کردیا گیا ہے۔ مجھے سب سے پہلے والد محترم نے آگاہ کیا اور میں اس وقت ایک تبلیغی سفر سے گھر واپس جا رہا تھا۔ خبر کیا تھی بجلی تھی جو آن گری، قیامت تھی جو ٹوٹ پڑی۔ اس خبر نے جماعتی دلوں کو چیرتے ہوئے کلیجوں کو چھلنی کردیا انا للہ وانا الیہ راجعون.

ایسے انسان روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ زندگی سالہا سال لیل ونہار کا طواف کرتی ہے تب کہیں کوئی ایسا انسان وجود میں آتا ہے جو حرف عظمت ہی کے معیار پر پورا نہیں اترتا بلکہ اس کو دیکھ کر خود عظمت کا معیار قائم کیا جاتا ہے۔

اس خبر سے آرزوئیں خاک ہوگئیں، امیدیں مایوسیوں میں بدل گئیں، دل پر چرکے لگے، کوہ غم ٹوٹ پڑا۔ حزن وملال کے عالم میں جب گھر پہنچے تو میں جامعہ اسلامیہ کے علماء کی ایک جماعت کے ہم راہ اسلام آباد چل دیا۔ راستے میں یہی تذکرے، یہی باتیں کرتے کرتے ان کی اس رہائش گاہ پر پہنچ گئے جہاں میں سب سے پہلے ۱۴۱۶۔ ۷۔ ۵ ھ کو ان کی خدمت میں ایک تزکیہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ میں ان دنوں جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا ایک طالب علم تھا مگر حافظ صاحب کی کمال شفقت کہ پرتکلف ضیافت کے بعد واپسی کی اجازت دی۔

سوچ رہے تھے کہ یہ شخص ہر کسی کا محسن ہے، خیر خواہ ہے، احساس مند ہے۔ دین داروں کا بھی اور دینی اداروں کا بھی، دینی افراد کا بھی اور دینی جماعتوں کا بھی، دینی سوچ رکھنے والوں کا بھی اور دینی جذبہ اور تڑپ رکھنے والوں کا بھی، صرف ضلع خوشاب میں ہی آپ بیسیوں دفعہ تشریف لائے۔ آپ رحمہ اللہ وادی سون سکیسر کی بستی سوڈھی جے والی کے ایک دینی ادارہ جامعہ اسلامیہ میں بغیر اطلاع کے ۲۰۰۵ء میں تشریف لائے اور نماز عشاء کے بعد درس قرآن ارشاد فرمایا۔ ایسے ہی ۶/جون ۲۰۰۶ء کو توحید کی آواز ان چوٹیوں پر دوبارہ بلند فرما گئے۔ ۲۸/نومبر ۲۰۰۸ء جمعۃ المبارک کا وہ دن تھا جب میں اپنی اہلیہ کے ہم راہ نماز جمعہ کے فوراً بعد حج بیت اللہ بیت اللہ کے سفر کے لیے روانہ ہونے والا تھا۔

خطبے میں ابھی ۲۰ منٹ باقی تھے کہ آپ اپنے اہل وعیال سمیت تشریف لائے۔ حقیقتاً وہ ہمارے دعوتی ورک کو دیکھنا چاہتے تھے مگر ہمارے لیے یہ سعادت کی بات تھی کہ چند لمحوں بعد جمعہ کا بیان حافظ صاحب فرمانے والے تھے۔ بیان کیا تھا توحید کے وہ انمول موتی تھے جن کو ایک لڑی میں پرویا جا رہا تھا۔ مسجد سامعین سے بھری ہوئی تھی۔ طلباء، اساتذہ اور نمازی حضرات کو دیکھ کر آپ انتہائی خوش ہوئے اور اپنے تأثرات میں لکھا:

''جامعہ کے نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم وتربیت سے آگاہی ہوئی۔ الحمد للہ صورت حال نہایت فرحت بخش ہے۔ محترم شاہ محمد علوی حفظہ اللہ کی سرپرستی میں محترم برادر عزیز مولانا محمد زبیر حفظہ اللہ اساتذہ کرام کی مخلص ومحنتی جماعت کے ساتھ مصروف کار ہیں۔ ماحول میں ان کی حسن کارکردگی کے آثار نمایاں ہیں۔ مسجد الجامعہ میں خطبہ جمعہ بھی دیا جس کی حاضری سے اندازہ ہوتا ہے کہ علاقے میں جامعہ کی دعوتی سرگرمیاں ثمر آور ثابت ہورہی ہیں۔''

۱۷/جولائی ۲۰۰۹ء کو آپ المعهد الشرعي لإعداد

الأئمه والدعاة جوہر آباد میں خطبہ جمعہ کے لیے تشریف لائے جس میں علاقے بھر سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ آپ کا بیان حقیقتاً اس عمارت کی افتتاحی تقریب کے حوالے سے تھا جس کے درمیان میں ایک خوبصورت ڈبل سٹوری مسجد اپنے دائیں بائیں کمروں کی عمارت کو لیے کھڑی تھی۔

پھر ۲۴/فروری ۲۰۱۰ء کو جامعہ اسلامیہ کی افتتاحی تقریب میں تربیت اولاد پر آپ کا بیان ہلا دینے والا تھا جس کو سن کر علاقے بھر سے مختلف سکولوں سے مدعو ٹیچرز حضرات دنگ رہ گئے تھے۔ آپ کے وہ جملے، کلمات اور نصیحتیں کبھی فراموش نہیں کی جائیں گی۔

ایک دن آپ نے فون کیا کہ آپ کے ضلع خوشاب کے ایک گاؤں ناڑی کا رہائشی عبدالقیوم اپنے ڈیرے پر مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں مجھے درخواست کر رہا ہے اور میرے پاس کچھ ذاتی فنڈ ہے جو مسجد کے لیے خاص ہے اگر یہ مستحق جگہ ہے، آپ نے اس کو دیکھا ہے تو میں اس کی مسجد اس فنڈ سے تعمیر کروا دوں؟ میں نے یقین دہانی کروائی کہ واقعی یہ ایک مخلص اور متحرک نوجوان ہے، اس کے ڈیرے پر اشد ضرورت ہے تو آپ خود مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لائے اور اس کی مسلسل نگرانی بھی فرماتے رہے۔

آپ جہاں بڑے بڑے مدارس کی تقاریب بخاری کو رونق بخشتے اور جلسوں کی زینت بنتے، وہاں دیہاتوں اور ڈیرہ جات کی مساجد اور چھوٹے مدارس کو بھی ہمیشہ یاد ہی نہ رکھتے بلکہ وہاں گاہِ گاہِ خوش تشریف لاتے، ان کی حوصلہ افزائی کرتے اور اپنے مفید مشوروں سے بھی مسلسل نوازتے۔

دین اسلام، دینی اداروں اور دین داروں کا خیال رکھنے والے اس قوی وجود کے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ کس نے کیا؟ اس کے مقاصد کیا تھے؟ اس کے پس منظر میں چھپے ہوئے عناصر کون ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات تو لیل ونہار کی کروٹیں اور شب وروز کے گزرے لمحات دیتے رہیں گے لیکن ایک بات ضرور سمجھ آ رہی ہے کہ دین اسلام کا داعی، توحید کا علم بردار اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی یہی خاموش پیغام دے گیا کہ جس کو کھانا کھلایا، جس کے سامنے پھلوں کی ٹوکری رکھی اور جس کو چائے پلائی جا رہی ہے میزبان ان کی نیت بد اور سینوں کے راز نہیں جانتا، یہ علم ربّ تعالیٰ کے پاس ہے۔ واللہ علیم بذات الصدور

میزبان مقام شہادت سے ہمکنار ہوگیا، ان شاء اللہ۔ جب کہ مہمان اپنی نیت بد اور سفاکانہ درندگی اور ظلم کی وجہ سے اپنی آخرت برباد کر بیٹھا۔ قاتلوں نے اپنی درندگی سے یوں سمجھا کہ یہ ایک فرد کو قتل کر کے جا رہے ہیں۔ وہ ایک فرد نہ تھے، جماعت تھے، قوت تھے، علم کا پہاڑ اور سمندر تھے۔ انھوں نے ان سے دشمنی نہیں کی بلکہ اہل علم سے بالعموم اور اہل حدیث سے بالخصوص دشمنی کی۔ انھوں نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کی سانس اور آواز بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس آواز کو بند کرنے اور دبانے والے جتنی کوششیں اور سازشیں کرلیں یہ اتنا ہی ابھرے گی اور قوت پکڑے گی کیوں کہ حق پر قائم رہنے والی جماعت نے قیامت تک باقی رہنا ہے، اسی لیے تو حافظ صاحب کی گلی میں داخل ہوتے ہی دیکھا کہ ہر طرف اہل حدیث ہی اہل حدیث نظر آ رہے تھے جن کو حافظ صاحب کا داماد اور بھتیجا حافظ عبدالجلیل واقعہ کی حقیقت اور تفصیل سے آگاہ کر رہا تھا۔ جب کہ آپ کے صاحبزادے سعد جماعتی رفقاء کے ساتھ میت کے ہم راہ پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال میں تھے۔ غم زدہ افراد کی پرنم آنکھیں اپنی اپنی عقیدت ومحبت کا ثبوت پیش کر رہی تھیں کہ بہت ہی جلد پوسٹ مارٹم کے بعد میت کو ایمبولینس سے اتارا جا رہا تھا تو علامہ عبدالعزیز حنیف ﷾ کے صاحب زادے اور اسلام آباد، راولپنڈی کی جماعت کے علماء ورفقاء ہر معاملے پر خاصے متحرک دکھائی دے رہے تھے۔

رات نصف سے زائد بیت چکی تھی۔ علماء دور دراز سے تشریف لا رہے تھے۔ حافظ مسعود اظہر کا بھی انتظار جاری تھا کہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے علماء کا وفد بھی پہنچ گیا جو انتہائی غم زدہ اور پریشان حال دکھائی دے رہے تھے۔ پرنم اور اشک بار آنکھیں ان کی دلی کیفیت

کھول رہی تھیں کہ حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ تشریف لائے جو مختلف علماء سے اپنے غم کا اظہار کرتے رہے۔ اس دوران تمام علماء اور عقیدت مندوں کی ہچکیاں تھی جو تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھیں اور آنکھوں سے آنسو ابل کر رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ ساتھ ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون کی آوازیں تھیں۔ علماء ان کی خدمات کے تذکرے کررہے تھے کہ حافظ مسعود اظہر پہنچ گئے جب کہ اذان فجر میں تھوڑا ہی وقت باقی تھا۔ اب ایک ایک عالم اس نوجوان کو گلے لگاتے، حوصلہ دیتے، سر پر دست شفقت رکھتے، صبر کی تلقین کرتے۔ یہاں یہ دکھ صرف حافظ مسعود اظہر، ان کے بھائی بہنوں اور بوڑھے تایا حافظ عبدالستار حفظہ اللہ اور ان کے عزیز واقارب کا ہی نہیں تھا بلکہ تمام علماء اور ساری جماعت کا مشترکہ غم اور دکھ تھا۔

اسی دوران چودھری محمد یٰسین ظفر حفظہ اللہ نے ایک بار پھر حافظ مسعود اظہر کو گلے لگایا اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں جنازے کا پروگرام بناتے ہوئے پوچھا تو انھوں نے زار وقطار رو کر کہا کہ آپ ہی ہمارے بڑے ہیں، جیسا چاہیں کرلیں۔

ان کے غسل اور کفن کی تیاری ہونے لگی۔ جس گھر سے پیدل اور سوار چلا کرتے تھے، آج اسی گھر میں آخری غسل دیا جارہا ہے اور دنیا کا آخری لباس پہنانے کی تیاری ہورہی ہے۔ سڑک میں محمد بن سعد الدوسری حفظہ اللہ مدیر مکتب الدعوۃ حافظ مسعود اظہر اور سعد کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے غم زدہ دکھائی دے رہے تھے۔ میت کو تابوت میں رکھ کر گھر سے باہر لایا جارہا تھا تو علامہ عبدالعزیز حنیف حفظہ اللہ ایمبولینس کے پاس اشک بار آنکھیں لیے کھڑے تھے۔

جامعہ سلفیہ اسلام آباد میں میت جنازے کے لیے لائی جاچکی تھی۔ علماء، طلباء اور صاحب علم اور متقی افراد کا ایک جم غفیر تھا جو صفیں درست کیے حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ کی امامت میں بخشش ومغفرت کی دعائیں کررہا تھا جس کے بعد انھیں اپنی مادر علمی کی طرف روانہ ہونا تھا جس کی اکثر تقاریب اور محفلوں میں آپ شریک ہوتے اور تاریخی خطاب فرمایا کرتے تھے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے ملحقہ تمام اضلاع سے عقیدت مندوں کی ایک کثیر تعداد جمع ہوچکی تھی جو آپ کے خطاب اور گفتگو کی سماعت کے لیے نہیں بلکہ آپ کے آخری دیدار اور بخشش ومغفرت اور اپنے ربّ سے آپ کے درجات کی بلندی کے لیے رقت آمیز انداز میں دعائیں کرنے کے لیے موجود تھی۔ اب عقیدت مندوں کی اشک بار آنکھوں نے ان کو ان کی مادر علمی سے دعاؤں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے اس انداز سے رخصت کیا کہ دوبارہ مادر علمی کی محفل وتقاریب کی زینب کبھی نہیں بنیں گے بلکہ ہر محفل وتقریب آپ کے لیے دعا گو رہے گی۔

خانیوال کی سرزمین میں جماعتی اور عقیدت مندوں کی کثر تعداد شدت کے ساتھ آپ کے آخری دیدار اور بخشش ومغفرت کی دعاؤں کے لیے منتظر کھڑی تھی۔ نماز عشاء کے فوراً بعد مولانا محمد یونس بٹ حفظہ اللہ کی امامت میں نماز جنازہ ہوئی تو ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندوں نے رات کی تاریکی میں آپ کو اس انداز سے قبر کے سپرد کیا کہ نورانی اور سعید روح مٹی میں گم ہوگئی۔ ایک نہایت خوش نما اور خوب صورت چراغ جو چاروں طرف روشنی بکھیرتا تھا، نوجوانوں کے دلوں کو اسلام کی روشنی سے منور کررہا تھا، وہ بجھ گیا۔ جامعہ سعیدیہ کے پڑوس میں قبرستان میں آرام کرنے والی یہ شخصیت جہاں ہمیشہ دعاؤں کی محتاج رہے گی وہاں جامعہ سعیدیہ سے اٹھنے والی دین کی ہر آواز آپ کے درجات کی بلندی کا باعث بھی ہوگی۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ

دعائے مغفرت

محمد ظفر صاحب جو ساہیوال کی جماعت اہل حدیث چک 134/9-L کے راہنما حاجی چوہدری محمد ابراہیم صاحب کے بھتیجے تھے۔ ۲۵/ مئی بروز جمعۃ المبارک وفات پاگئے۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(قاری محمد حسن سلفی)

حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ

محمد سلیم چنیوٹی

علم شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کے بحر بیکراں، حدیث پاک کے ایک جید اور متبحر عالم، خطابت و درسِ حدیث نبوی کے ماہر، بے باک مقرر اور خطیب بے بدل حضرت حافظ ڈاکٹر عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کو جو مقام و مرتبہ اللہ کریم نے زندگی میں عطا فرمایا تھا وہ ان کی وفات کے بعد یقیناً انھیں اعلیٰ علیین میں بھی نصیب فرمائے گا۔ ان شاء اللہ

موصوف تمسک بالکتاب والسنہ کے باعث جماعت اہل حدیث کی تقاریب بخاری شریف میں مدعو کیے جانے والے مقرر ہوتے تھے۔ آپ کی تقریر باوجود ایک طویل درس ہونے کے بڑی معلوماتی، علمی جواہر سے مزین اور علم و معرفت کی آئینہ دار ہوتی تھی۔ آپ کے درس حدیث میں ایک بات بڑی خاص ہوتی تھی کہ آپ دلائل و براہین سے اسے مزین رکھتے تھے۔ ہر بات باحوالہ اور کتبِ رجال اور محدثین کے اقوال سے خوب استفادہ کر کے اپنے سامعین کو خطاب فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی آپ کے سامعین بڑی دل جمعی سے آپ کا خطاب سنتے تھے۔ آپ کا خطاب مسلک محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات کا منبع ہوتا تھا۔

آپ کی تحریریں بھی دین محمدی اور شریعت محمدی کے سانچے میں ڈھلی ہوتی تھیں۔ آپ ایک مفسر، محدث، محقق، مدرس اور بہترین استاذ بھی تھے۔ ساری زندگی تحریر و تقریر اور خدمت مسلک محدثین میں کھپا دی۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ ایک بہترین لکھاری تھے۔ آپ کے مضامین تمام جماعتی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے تھے۔ ہفت روزہ ''الاعتصام'' سے انھیں خصوصاً محبت تھی۔ ہر شمارہ بہ غور پڑھتے تھے اور بعض دفعہ اپنے مشورے سے بھی نوازتے تھے۔

حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کو اصحابِ رسول علیہم الرضوان سے بڑی عقیدت تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو مقام و مرتبہ اللہ کریم نے عطا فرمایا اور جو حیثیت رہتی دنیا تک ان کے حصے میں آئی ہے، وہ تا قیامِ قیامت کسی اور شخص کے حصے میں نہیں آئے گی۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کو اصحابِ رسول ﷺ سے کیسے اور کتنی محبت تھی، ان کی ایک تحریر سے ان کا ایک جان دار اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم نہایت مخلص، صاف دل، عمل کے لیے حریص، رضائے الٰہی کے حصول میں انتہائی سنجیدہ تھے۔ انھیں لفظی مباحث میں الجھنے کی عادت تھی اور نہ ہی مفروضے قائم کر کے موشگافیوں اور غیر واقعی مسائل کے بارے میں سوال کرنے کا شوق تھا۔ اطاعت الٰہی اور اتباعِ واقتدائے نبوی ﷺ میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔

اصحابِ رسول ﷺ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل میں ہی سلامتی اور نجات سمجھتے تھے۔ ان کے ہاں انھی دو چیزوں کا نام دین و شریعت تھا۔ اور یہی فقہ و افتا اور تشریع کے مصادر تھے۔ نبی ﷺ کبھی کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کتاب و سنت کی تبیین و تفہیم کے لیے مجتہدانہ انداز میں گفتگو فرماتے۔ آپ ﷺ کے اقوال حجت ہونے کے باوجود اپنی بات کی تائید میں آپ ﷺ قرآن حکیم کی آیات بھی پڑھ کر سناتے، جو حدیث و سنت کی حجت و اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قرآنِ کریم کی تفسیر کا ایک عمدہ اور مؤثر انداز بھی تھا، تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دین کی فہم و بصیرت اور اجتہادی فکر اور ملکہ پیدا ہو، جس کے نتیجے میں ضرورت پڑنے پر بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی اکرم ﷺ کے عدم موجودگی میں نصوص کتاب و سنت پر غور

وفکر کر کے پیش آمدہ مسائل میں عمل کے لیے کوئی راہ نکال لیتے، جس کے بارے میں قرآنِ کریم نازل ہوجاتا یا علم ہونے پر نبی ﷺ اس عمل کی تصحیح وتصویب فرما دیتے۔ اگر وہ اجتہادی عمل غلط ہوتا تو وضاحت کر دیتے، اس طرح وہ بھی تقریری سنت کا حصہ بن جاتا۔'' (فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ: ۱/۱۰۴)

حافظ صاحب رحمہ اللہ کا تبحر علمی، ذوقِ مطالعہ اور وسعت علم ان کی گفتگو سے عیاں ہوجاتا تھا۔ ایک مفکر کی سی گفتگو، دلائل وبراہین کا سیل رواں اور اپنی بات کتاب وسنت کے سانچے میں پیش کرنے کا ملکہ انھیں وافر عطا ہوا تھا۔ حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ مکتب الدعوۃ، اسلام آباد میں جتنا عرصہ رہے، شریعت محمدی کے فروغ، قرآن وسنت کے قانون کو پاکستان میں رائج کرنے اور اس کے حق میں مذاکروں، مباحثوں اور کنونشنز میں خطابات فرما کر اسے اجاگر کیا۔ آپ ایک قومی ودینی راہنما کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ قومی اخبارات میں ان کے مباحثے اور بعض دینی وعلمی سیمیناروں میں خطاب کی تفصیلات بھی شائع ہوتی رہتی تھیں جسے جماعت اہل حدیث کے لوگ خصوصاً اور دیگر اہل علم عموماً ملاحظہ کرتے تھے۔

حافظ صاحب کی نظروں میں اختلافِ امت کا اصل سبب شریعت محمدی ﷺ کے اصولوں سے دوری تھا۔ آپ رحمہ اللہ کی ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں تو اختلافِ امت کا قضیہ سمجھنے میں بڑی آسانی ہوجاتی ہے۔ یہ تحریر غور سے اگر پڑھ لی جائے تو امت میں رائج اختلاف کی راہداریوں میں پڑے کانٹے ہٹائے جاسکتے ہیں اور راہِ محمدی ﷺ پر چلنا آسان ہوجاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

''پھر جب اصحاب رسول ﷺ دعوتِ دین اور جہاد کے لیے مختلف بلاد وامصار میں پھیل گئے، دوسری طرف لوگ بہ کثرت دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تو اختلافات کا دائرہ وسیع اور اس کا حل مشکل ہوتا چلا گیا اور عجمی ویونانی فکر وفلسفہ کے مسلمانوں میں در آنے کی وجہ سے، نیز عہد نبوی ﷺ اور عصرِ خلافت راشدہ علیہم الرضوان سے بُعد (دوری) کی وجہ سے اہل ہوی وہوس کے بھی پر پرزے نکلنے لگے۔ مسند حدیث کے صدر نشینوں اور مقامِ تحدیث کے عالی مرتبت عبا پوشوں کی خلعت فاخرہ کو حسد وطمع کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور تہی دستانِ علم حدیث اور اپنے عجز وکم مائیگی کی وجہ سے لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کے لیے بے پر کی اڑانے لگے اور کچھ لوگ بے دلیل خانہ ساز اُصولوں اور درایت وتفقہ وغیرہ کی خوب صورت اور دلکش اصطلاحات کا سہارا لے کر محدثین کرام رحمہم اللہ اور ائمہ ہدیٰ پر پھبتیاں کسنے لگے تو اہل فکر ونظر، حفاظ حدیث اور اصحابِ بصیرت علمائے اسلام نے بر وقت ضرورت محسوس کی اور بھرپور محنت کی۔

ان کے اخلاص اور للّٰہیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے کام میں بڑی برکت عطا فرمائی۔ جہاں حدیث وسنت محفوظ ہوئی وہاں اس کی روشنی میں فقہ وافتا اور اجتہاد کا ادارہ بھی امت میں منتظم ومربوط شکل میں پروان چڑھنے لگا۔ انھی جہود مخلصہ ومبارکہ کی بدولت تلمودی فقہ، نصرانی پاپائیت اور ہندوانہ فکر وفلسفہ کی بے جا بندش اور راہبانہ حدود وقیود مسلمانوں کو اپنی گرفت میں لینے میں بری طرح ناکام ہوئیں۔ ایسے ہی مادر پدر آزادیِ استنباط واستدلال اور منطقی طرز اجتہاد بھی اسلام کے علمی وفقہی ذخیرے میں کوئی قابل ذکر مقام حاصل کر سکا اور نہ عامۃ المسلمین میں رواج پا سکا۔ بحمد اللہ مسلمانوں کے قابل اعتماد اور ثقہ علمی ترکے پر ''فقہ الکتاب والسنۃ'' کی چھاپ ہی غالب اور نمایاں رہی جس پر فقہائے محدثین خصوصاً پوری امت کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔'' (فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ: ۱/۱۰۸)

حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ فکر محدثین کے فروغ میں ہی اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ امت کے ان شہید راہنماؤں میں انھیں بھی شامل سمجھا جائے گا جن کا خون گلشن کی تزئین میں کار آمد آیا، ان شاء اللہ۔ یہ گلشن محمدی کا ایک درخشندہ ستارہ تھے جنھیں ایک طویل عرصے تک یاد رکھا جائے گا۔ ان کی جہود فروغ مسلک محدثین کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔

اللہ کریم انھیں رتبہ شہادت جیسے درجے سے نوازے اور یومِ آخرت اپنے چنیدہ بندوں میں سے اٹھائے، آمین یا ربّ العالمین۔

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

تذکرہ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

تصنیف: شاہد فاروق ناگی

ناشر: مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور

ضخامت: ۲۲۴ صفحات۔ اچھا کاغذ، بہترین طباعت، دیدہ زیب مضبوط جلد

تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے علم وادراک کی دولت سے بھی خوب نوازا تھا، ورع وتقویٰ کی نعمت عظمیٰ بھی انھیں فراوانی سے عطا فرمائی تھی اور ذہانت وثقاہت سے بھی ان کا دامنِ بابرکت پُر تھا۔ صحیح معنوں میں وہ آیۃ من آیات اللہ تھے۔ انھوں نے اپنے عہد کے مشہور اور عظیم اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، پھر اللہ نے ان پر یہ کرم فرمایا کہ جوں ہی مسند درس پر بیٹھے، طالبانِ علم کا ایک جم غفیر اُن کے گرد جمع ہوگیا اور انھوں نے ان سے بے حد استفادہ کیا۔ قرآن وحدیث، فقہ واُصول، معانی وبیان، صرف ونحو، منطق وفلسفہ، عربی ادبیات غرض وہ ہر فن میں کامل مہارت رکھتے تھے اور طلباء ان کے طریق تدریس سے نہایت متاثر ہوتے تھے۔

تدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ انھوں نے اکیس کتابیں لکھیں جن میں سے پانچ کتابیں عربی میں ہیں اور سولہ اردو میں۔ تمام کتابیں بہ درجہ غایت محققانہ اور بے حد عالمانہ ہیں۔ جس مسئلے پر قلم کو حرکت دی اس کے تمام پہلوؤں کی انتہائی خوب صورت انداز میں وضاحت فرمائی۔ علمی اعتبار سے کوئی بات کہیں تشنہ نہیں رہنے دی۔ جو اُسلوب تدریس کا تھا، وہی اُسلوب تحریر کا ہے۔ تدریس میں بھی ان کا فرمان سمجھنے کے لیے اچھے خاصے علم وفراست کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اور تحریر کو حیطۂ فہم میں لانے کے لیے بھی ذہن کو پوری طرح ان کی نگارشات کی طرف متوجہ کرنا پڑتا ہے۔

حضرت حافظ صاحب کا سلسلۂ تدریس مختلف اوقات میں مندرجہ ذیل نو مقامات پر جاری رہا:

(۱) گوندلاں والا۔ (۲) دار الحدیث رحمانیہ، دہلی۔ (۳) مدرسہ محمدیہ، گوجراں والا۔ (۴) جامعہ اسلامیہ، گوجراں والا۔ (۷) جامعہ سلفیہ، فیصل آباد۔ (۸) جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ۔ (۹) پھر جامعہ محمدیہ، گوجراں والا۔

ان مقامات میں ان سے ہزاروں علماء وطلباء نے تعلیم حاصل کی جن میں سے بعض حضرات نے تحریر وتقریر اور درس وتدریس میں بڑی شہرت پائی۔ وہ حضرت ممدوح کے فضل وکمال کا بھی کھلے دل سے اقرار کرتے ہیں اور ان کی قوتِ حفظ اور بے پناہ ذہانت کی مثالیں بھی دیتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی کو ان کے کوائف حیات ضبط تحریر میں لانے کی توفیق نہ ہوئی۔ ان سطور کے راقم نے اپنی ایک کتاب ''نقوشِ عظمت رفتہ'' میں ان پر ایک مضمون لکھا جو ان کے حالات میں پہلا مضمون تھا اور صرف اکتیس بتیس صفحات پر مشتمل۔

ضرورت تھی کہ ان کی حیاتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا جاتا اور لوگوں کو ان کے محاسن ومکارم کے ہر گوشے سے متعارف کرایا جاتا، لیکن افسوس ہے، نہ میں یہ خدمت سرانجام دے سکا، نہ کوئی اور۔ میرا شمار بھی ان کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ میں ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۱ء میں کم وبیش دو سال ان سے استفادہ کرتا رہا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور بعض دیگر انتہائی درجے کی کتابیں ان سے پڑھنے کی سعادت حاصل

کی، پھر ایک وقت آیا کہ میں تحریر ونگارش کی وادی میں داخل ہوا اور اب تک اسی وادی میں گھوم پھر رہا ہوں۔ لیکن سخت نادم ہوں کہ ایک چھوٹے سے مضمون کے سوا اپنے عظیم المنزلت استاد کے متعلق کچھ نہ لکھ سکا۔

اللہ تعالیٰ خوش رکھے شاہد فاروق ناگی کو کہ اس نوجوان عزیز نے وہ کام کیا جو حضرت حافظ صاحب مرحوم ومغفور کے چھوٹے بڑے ہزاروں شاگردوں میں سے کوئی نہ کرسکا۔ حافظ صاحب کی وفات کے وقت شاہد فاروق ناگی پانچ سال کے بچے تھے، انھوں نے حافظ صاحب کو دیکھا بھی نہیں لیکن سوا دو سو صفحات کی اس کتاب میں انھوں نے حضرت کی حیات کے تمام پہلوؤں کی وضاحت کردی ہے۔ نوجوان مصنف نے کتاب کے تیرہ ابواب قائم کیے ہیں۔ پہلا باب حضرت کے ابتدائی خاندانی حالات اور ان کی ولادت پر مشتمل ہے۔ دوسرے باب میں ان کی تعلیمی زندگی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تیسرا باب تدریسی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس طرح ان کی پوری زندگی کی سرگرمیوں کی مختلف ابواب میں صراحت کردی گئی ہے۔

کتاب اپنے موضوع میں مکمل ہے۔ اس میں ان کے اساتذہ کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے اور بے شمار تلامذہ کے اسمائے گرامی بھی درج کردیے گئے ہیں۔ بہت سے شاگردوں کا خاصی تفصیل سے تعارف کرا دیا گیا ہے اور ان کی علمی سرگرمیوں کی صراحت کی گئی ہے۔

حضرت حافظ صاحب کے حالات میں یہ اوّلیں کتاب ہے اور ترتیب، انداز اور زبان کے اعتبار سے نہایت شان دار۔ اس پر ہم لائق مصنف کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

اس کتاب کی تصنیف واشاعت میں ہمارے عزیز دوست مولانا عارف جاوید محمدی (کویت) کی دلچسپیاں بھی کارفرما ہیں۔ اللہ کا ان پر یہ خاص احسان ہے کہ وہ اس قسم کے نیک کاموں کی انجام دہی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔

مکتبہ قدوسیہ نے یہ کتاب بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کی ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ خوانندگانِ محترم ذوق وشوق سے اس کا مطالعہ کریں گے اور فاضل مصنف کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

شاہد فاروق ناگی کی یہ پہلی کتاب ہے جو ان کی مصنفانہ قابلیت کی پوری پوری شہادت دیتی ہے۔ امید ہے وہ تحریر ونگارش کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور علم وعلماء کی خدمت کو اپنا فرض قرار دیں گے۔ تصنیف وتالیف کے لیے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہے: ایک مواد جمع کرنا، دوسرا بہتر الفاظ میں اس مواد کو باحوالہ کاغذ پر مرتسم کرنا۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ چیزیں اللہ کی مہربانی سے شاہد فاروق ناگی میں موجود ہیں۔ اب میرا مشورہ یہ ہے کہ انھیں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے کوائف حیات معرضِ تصنیف میں لانا چاہئیں۔ ان شاء اللہ وہ یہ خدمت سرانجام دینے میں بھی کامیاب رہیں گے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے عزیز دوست شاہد فاروق ناگی کا حامی وناصر ہو اور ان کا مستقبل بہتر فرمائے۔

ضروری اعلان

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین وحضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام وصفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کردیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۶۲ پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری
ع ۵۸ م کیا مردے سنتے ہیں؟ ص:۶۴۔مجمع البحوث الاسلامیہ، نئی دہلی۔
۲۹۷ء۶۲ محمد صدیق
ص ۵۹ س سماع موتی، یعنی کیا مردے سنتے ہیں؟ ص:۵۴۔ فاروقی کتب خانہ، لاہور۔
۲۹۷ء۶۲ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی
ک ۹۰۴ ر روح، عذاب قبر اور سماع موتی، ص:۱۵۲۔مکتبۃ السلام، وسن پورہ، لاہور۔
۲۹۷ء۶۲ عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی
ع ۱۴ ع عالم برزخ، ص:۱۳۱۔رحمانیہ دارالکتب، فیصل آباد۔
۲۹۷ء۶۸ مولوی محمد امیر بندیالوی
ا۶۹۷ الأقول المرضية في الأحوال البرزخية مع القول المرعي في القبر الشرعي، ص:۱۴۰۔ المکتبۃ الحسینیہ، سرگودھا۔
۲۹۷ء۶۸ شیخ محمد محمود الصواف
ص ۹۱۵ ق قیامت کا منظر، مترجم: شمس الحق ندوی، ص:۱۰۸۔مجلس نشریات اسلام، کراچی۔
۲۹۷ء۶۸ رضاء اللہ عبدالکریم المدنی
ع ۵۰۱ ف فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق، ص:۴۰۔المعہد الاسلامی السّلفی، بریلی۔
۲۹۷ء۶۸ الشیخ محمد بن حمد الحمود النجدی
م ۲۸۳ ف فتنوں سے بچاؤ کا راستہ، مترجم: پروفیسر میاں ابوبکر حمزہ، ص:۶۸۔مجلس التضامن الإسلامي العالمي، اسلام آباد۔
۲۹۷ء۶۸ ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی
ع ۷۰ د دنیا کا خاتمہ، مترجم: الشیخ شفیق الرحمٰن الدراوی، ص: ۳۶۸۔الفرقان ٹرسٹ، مکتبۃ الکتاب، لاہور۔
۲۹۷ء۶۸ یوسف بن عبداللہ الوابل
و ۹۸ ق قیامت کب آئے گی؟ مترجم: محمد مقیم بن حامد فیضی، ص:۴۹۶۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۲۹۷ء۶۸ محمد اقبال کیلانی
ک ۹۴ ع علاماتِ قیامت کا بیان، ص:۲۵۶۔حدیث پبلی کیشنز، لاہور۔
۲۹۷ء۶۸ حافظ مبشر حسین لاہوری
م ۱۸۹ پ پیشین گوئیوں کی حقیقت اور دورِ حاضر میں ان کی صحیح تعبیر کا صحیح منہج، ص:۳۵۲۔نعمانی کتب خانہ، لاہور۔
۲۹۷ء۶۸ محمد اقبال کیلانی
ک ۹۴ ع علاماتِ قیامت، ص:۲۶۴۔حدیث پبلی کیشنز، لاہور۔ (تعداد نسخ:۲)
۲۹۷ء۶۸ محمد اقبال کیلانی
ک ۹۴ ق قیامت کا بیان، ص:۲۶۴۔حدیث پبلی کیشنز، لاہور۔ (تعداد نسخ:۳)
۲۹۷ء۷۴ محمد اقبال کیلانی
ا۶۰۱ ق قبر کا بیان، ص:۱۹۲۔حدیث پبلی کیشنز، لاہور۔
۲۹۷ء۷۶ محمد اقبال کیلانی
ک ۹۰۴ ج جہنم کا بیان، ص:۲۲۴۔حدیث پبلی کیشنز، لاہور۔
۲۹۷ء۷۴ خواجہ محمد اسلام

ا۴۰۱ح حسن پرستوں کے انجام کا منظر، ص:۲۰۸۔ مکتبہ رحمانیہ، لاہور

۲۹۷ء۴۷ محمد خان منہاس

م۷۵ا اسلام میں آخرت کا تصور، ص:۶۰۔ الفوز اکیڈمی، اسلام آباد۔

۲۹۷ء۴۷۴ ڈاکٹر محمد ظفیر احمد

ا۲۹۵م محمد ﷺ جنت کا راستہ، ص:۱۶۷۔ شرکة المدينة المنورة للطباعة والنشر۔

۲۹۷ء۴۷۴ امیر حمزہ

ا۶۹۳آ آسمانی جنت اور درباری جہنم، ص:۱۷۸۔ مرکز الدعوۃ والارشاد، لاہور، پاکستان۔

۲۹۷ء۴۷۴ احمد بن حجر آل بوطامی البغلی

ب۷۶۵س سبیل الجنۃ، ترجمہ: عبد السلام سلفی، ص:۱۴۴۔ مکتبہ ثنائیہ، سرگودھا۔

۲۹۷ء۴۷۴ عبداللہ بن علی الحیثن

ج۵۳۵ج جنت کی تلاش، ص:۱۱۹۔ دارالابلاغ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۷۴ الشیخ عبدالہادی بن حسن وہبی

ع۹۴۳ج جنت کی کنجیاں، مترجم: حافظ عمران ایوب لاہوری، ص:۱۲۶۔ فقہ الحدیث پبلی کیشنز، لاہور۔

۲۹۷ء۴۷۴ نایف بن ممدوح بن عبدالعزیز آل سعود

ن۲۶۲ج جنت کی راہیں، ص:۲۶۴۔ مترجم: محمد اسلم صدیق، مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور۔

۲۹۷ء۴۷۴ مولانا محمد شریف بلغاری

م۴۷ج جنت اور جہنم کے مناظر قرآنی آیات کی روشنی میں، ص:۹۶۔ دارالاندلس، لاہور۔۱۴۳۲ھ

حاجی ہدایت اللہ مرحوم کے خاندان کو صدمہ

حاجی اشتیاق احمد، حاجی محمد الیاس، حاجی محمد شہباز کے بہنوئی حاجی محمد اقبال گل صاحب نہایت صالح، ملنسار اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے چند دن بخار میں مبتلا رہ کر ۱۵/مئی ۲۰۱۲ء پیر منگل کی درمیانی رات دو بیٹے ایک بیٹی اور بیوہ سوگ وار چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئے۔ اہل علاقہ اور خاندان کی کثیر تعداد نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

(ظفر اقبال بن حافظ محمد اشرف سعید، کرول بازار، لاہور)

مغل شہزادے

کوئی کمزور تھا ان میں تو کوئی تنگڑا تھا
خانہ جنگی تھی کہیں، اور کہیں جھگڑا تھا

سازشیں عام تھیں، حالات پراگندہ تھے
کج کلاہوں کے خیالات پراگندہ تھے

اپنے ہاتھوں ہی سے اپنوں کے گلے کٹتے تھے
لوگ بھی تاش کے پتوں کی طرح بٹتے تھے

رات بے داغِ اجالے کو نگلتی ہی رہی
سلطنت برف کے مانند پگھلتی ہی رہی

شہسواروں میں شجاعت کا کہیں نام نہ تھا
شاہزادوں کو رعیت سے کوئی کام نہ تھا

جال ہی جال تھے پھیلے ہوئے غداری کے
اہل دربار سرخیل تھے مکاری کے

داغ ہی داغ ہیں تاریخِ جہانبانی پر
آج پھر بل ہیں وہی وقت کی پیشانی پر

(شورش کاشمیری)